

# لادیں آفت عریبہ اور بغاوتِ عرب

چراغِ حسنِ حسرت

احمد شائق  
پلائیٹنگ





# النس آف عریدیہ اور بغاوت عرب

چراغ حسن حسرت

احمد طارق  
پبلیکیشنز

در بار مارکیٹ، سنج بخش روڈ، لاہور



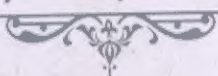


پبلی کیشنز  
عالمی

زیر نگرانی:

محمد کاشف رضا

جملہ حقوق محفوظ



نام کتاب: لائسنس آف عیدینہ اور بغاوت عرب

مصنف: چراغ حسن حسرت



2023ء

اشاعت اول:

1000

تعداد:



ناشر:

احمد تالق پبلی کیشنز



در بار مارکیٹ، گنج بخش روڈ، لاہور

0300-1090045, 0333-7861895



# فہرست

تہمید

پہلا باب

عرب و غرب

مشرق کی روحانی فتح

غلط بیانیوں

فقدانِ آثار

ہمسایہ مسلمان

دوسرا باب

شریف حسین اور ترک

نصاری کے حوصلے

۱

۷

محمد بن العون

انجمن اتحاد و ترقی

حرکت وطنیہ

شریف حسین کے مطاببات

تیسرا باب

بغداد عرب کے اسبابِ ہل

پان اسلامزم

اتحاد تورانی

۱۲

## چوتھا باب

۱۹ شریف حسین کی جیل سازیاں

انقلابی تحریک

سازش کا انکشاف

فیصل قسطنطنیہ میں

انور و جمال کے قتل کی سازش

شریف حسین کا پیغام

بغاوت کا اعلان

مکر معظمہ اور جدہ پر حملے

مدینہ سے پٹائی

## پانچواں باب

۲۰ ٹامس ایڈورڈ لارنس

تعلیم

سیاحت

بغداد اور یلوے

میس گرڈ ڈیل

## چھٹا باب

۲۱ لارنس ایک جاسوس کی حیثیت میں

پیرا سرار اعمال

میسو پوٹیمیا میں

## ساتواں باب

۲۲ لارنس ایک شامی عجب لباس میں

فیصل سے ملاقات

لارنس کی تقریر

## آٹھواں باب

۲۳ الوجہ کی لکیر

قبائل کی جنگ

## نواں باب

۲۴ بغاوت کی کامیابی کا پہلا مرحلہ

جعفر پاشا

لارنس کی تجویز

## دسواں باب

۲۵ صحرائے عرب کا سفر

خفیہ معاہدہ

لارنس زناز لباس میں

## گیارہواں باب

۲۶ سقوط عقبہ

ترکوں سے ذلت آفریں سلوک

## بارھواں باب

۴۴

خام کی مہم

لارنس اردن میں

بیت المقدس میں فاتحانہ داخلہ

لارنس کے رفقا

عمان و معان

لارنس بادیہ گردھورتوں کے بھیس میں۔

حملے کی تیاریاں

## تیرھواں باب

۴۳

تسخیر دماہ

قتل عام

عربوں کی سفاکی

## چودھواں باب

۴۹

فتح دمشق

عبد القادر الجزائری

## پندرھواں باب

۸۳

مجلس صلح

غذاری کا صلہ

## سولھواں باب

۸۷

”شا“ اور کرم شاہ

لارنس صیغہ پرواز میں

پھر صیغہ پرواز میں

پیر کرم شاہ

پراسرار مراجعت

فتنہ افغانستان اور لارنس

لاول ٹامس

لارنس کے موجودہ مشاغل

## سترھواں باب

لارنس کی سیرت پر ایک جمالی نظر ۹۷

عادات

علمی استعداد

لارنس معنیت کی حیثیت میں

ذہنی عقائد

ذہانت

عسکری قابلیت

شجاعت





## تہمید

مغربی اہل قلم جب کسی کتاب کی تصنیف کا ارادہ کرتے ہیں تو ایک عرصہ تک اس کے لئے مواد فراہم کرتے رہتے ہیں۔ اس طرح حالات کی تحقیق و تدقیق اور تفحص و جستجو میں ایک زمانہ گزر جاتا ہے۔ تو کہیں کتاب لکھی جاتی ہے۔ پھر مدتوں تک اصلاح ہوتی رہتی ہے۔ اور ان مراحل سے گزرنے کے بعد وہ کہیں دنیا کے سامنے پیش کرنے کے قابل سمجھی جاتی ہے +  
مجھے اعتراض ہے۔ کہ ان اوراق پر لیاں کی تالیف میں اس قدر کد و کاوش نہیں کی گئی۔ اس نے جو باب علم اس میں محققانہ شان تلاش کرنا چاہیں گے۔ انہیں ایک گونہ مایوسی ہوگی +

اول تو ایک اخبار نویس سے اس قدر کاوش و جستجو کی توقع ہی بیجا ہے۔ اس کے نتائج فکر فقط ہنگامی اور وقتی جوش پیدا کرنے کے لئے ہوتے ہیں۔ پھر بد قسمتی سے جس زمانہ میں یہ اوراق زیر تحریر تھے۔ ایک لمحہ کے لئے بھی فراغ خاطر اور لمبی نصیب نہیں ہوئی۔ اور تو اور پریشانی خاطر کے طفیل نظر ثانی بھی نہ

ہو سکی۔ قلم سے جو کچھ نکل گیا۔ نکل گیا۔ ہر دھڑکی بھی منشی تو رطلی صاحب نے پڑھے۔  
اور سچ تو یہ ہے کہ اگر ان کا اصول میری کوتاہیوں کا چارہ ساز نہ ہو جاتا تو شاید  
یہ چننا جس بھی شائع نہ ہو سکتے۔

عجز و دراندگی اور ضعف و شکست پائی کی اس حکایت کو کہیں ”غذر گناہ“ کہہ کر  
”ہد تراز گناہ“ کا فتویٰ نہ دیدیکھو گا۔ بلکہ اسے اعتراف گناہ کہتے۔ کیونکہ ان اور ارق  
میں جتنی درخامیاں ہیں۔ وہ میری ہیں۔ اور مجھے یہ عرض کرنے میں کوئی تامل نہیں  
کہ اکثر حقے مضطرب اور تشنہ ہیں۔ بعض مقامات پر کتابت کی ایسی غلطیاں رہ  
گئی ہیں جنہیں دیکھ دیکھ کر متفصل ہوتا ہوں۔

اس کتاب کی تحریر میں میں نے ”راہِ برتر گزیر“ کی کتاب ”لائس اینڈ ریز“  
اور ”لاؤل کی کتاب“ ”دو لائس ایب آر سیپا“ کے علاوہ لائس کی دہنی تصنیف ”ریووت  
ان سوی ڈورٹ“ سے بھی استفادہ کیا ہے۔ جہل پاشا مرحوم کے روزنامہ سے بھی کافی  
مدد ملی ہے۔ پہلے ارادہ تھا کہ لائس کے سوانح حیات لکھے جائیں۔ پھر خیال گزرا کہ  
جب تک بغاوت عرب کا اجمالی تذکرہ بھی نہ آجائے۔ مقصد پورا نہیں ہو سکتا۔ ساتھ  
ہی خیال تھا کہ کتاب کا حجم بڑھنے نہ پائے۔ کیونکہ ہمارے اہل وطن مسلم ہو شراب  
کے ڈیڑھ ہزار صفحے تو پڑھ سکتے ہیں۔ لیکن بغاوت عرب کی طویل تاریخ کون پڑھے؟  
نتیجہ یہ ہوا کہ اب اس مجموعہ کو آٹھا کر دیکھتا ہوں تو نہ اسے بغاوت عرب کی تاریخ  
کہہ سکتا ہوں۔ اور نہ لائس کے سوانح حیات کا نام دے سکتا ہوں۔ بلکہ دونوں کے  
بین بین ایک تیسری چیز نظر آتی ہے۔

اس سلسلہ میں یہ عرض کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے۔ کہ اس کتاب کی ترقیب



کا خیال مجھے اُس زمانہ میں پیدا ہوا جب میں زینتدار کے ادارہ تحریر میں تھایوں کتنا چاہئے کہ یہ کتاب مولانا ظفر علی خاں کے فیضِ محبت، تہنیت اور اقساطِ بزرگوار کی یادگار ہے۔ اور اس اعتبار سے انہیں کے نام کو اس کا سرنامہ اور عنوان سمجھنا چاہئے۔

چراغِ حسنِ حسرت

# پہلا باب

## عرب و غرب

مشرق اور مغرب کی آویزش اُس عہد سے بروئے کار پئی آتی ہے جب مغرب کی ایک آبرہ باختہ حسینہ میلینے نے ایک مشرقی شاہزادہ کے شہستانِ عشرت کو آباد کیا تھا۔ تاریخ کے صفحات اس کشمکش کی غویں داستان سے رنگین ہیں۔ جو عجم و یونان کے امین صدیوں تک جاری رہی۔ ہر مرتبہ مغرب کا مشرق کے آستانِ جلال پر جھک جاتا رہا۔ تا آنکہ مقدونیہ سے ایک بلند اقبال کشور کٹا اٹھا۔ جس نے اپنی غلت و سلطوت کا نقارہ سارے مشرق میں بجا دیا۔ لیکن اسکندر کی فتح یا چند روز کی مہمان تھی۔ اُس کی آنکھیں بند ہوتے ہی پھر وہی مشرق تھا۔ اور وہی مغرب مشرق کی روحانی فتح | مشرق نے محض سیاسی جیت ہی مغرب پر برتری حاصل نہیں کی بلکہ مغرب کو روحانی شکستِ نجلہ نے کے لئے بھی مشرق کے جانب ہی رجوع کرنا پڑا۔ یعنی

سہ تہلین میوتاس شاہ اپارٹا کی پوی اپنے عہد کی حسین ترین عورتوں میں سے تھی۔ اُسے ٹرائے کا شہزادہ پیرس آڑا لیا تھا۔ اس واقعہ کو ملاجی کے محاربِ عظیم کی ابتدا ہوئی جب کاؤکرینائی ملم الامناسم کی م

م کتاہوں میں با تفصیل ہے۔ یونان کے شہرِ رخا جو مرنے بھی اس سوک کے ذکر میں نہ بیان دکھایا ہے۔

سکندر کے کشور کشایانہ اقدام کو بحال تین سو سال گزرے تھے کہ جناب مسیح علیہ السلام کی تعلیمات کا چرچا مغرب میں ہونے لگا۔ اور روم اور یونان کے عناصر پرستوں نے مسیحیت کا حلقہ ارادت اپنے کانوں میں ڈال لیا جزائر برطانیہ کے وحشی بھی اس چشمہ سے سیراب ہوئے۔ یہ مشرق کی رومانی فتح تھی جس کا سکہ آج بھی مغرب پر میٹھا ہوا ہے +

عربوں کی نہفت مشرقی فتح مندی کے اس سلسلہ زریں کی ایک کڑی ہے اور اس اعتبار سے بہت اہمیت رکھتی ہے۔ کہ عربوں نے مغرب کو سیاسی حیثیت سے ہی محکوم نہیں بنایا۔ بلکہ مغرب اُن کے علم اور فلسفہ سے بھی اثر پذیر ہوا۔ آج جو فلسفہ مغرب کی کلاہِ فخر کا آویزہ بنا ہوا ہے۔ وہ دراصل عربوں کا بخشا ہوا ہے۔ اور دوتھر کی تعلیمات جن پر عیسویت ناز کرتی ہے۔ اسلام کے نورِ سرمدی کی ایک کرن کے سوا اور کچھ نہیں +

عرب فاتحین نے برقل کے ایشیائی مقبوضات ایک ایک کر کے چھین لئے۔ اور فلسطین جو مسیحیت کا گوارہ ہونے کے باعث عیسائیوں کے نزدیک بہت تقدس رکھتا تھا اُن کے ہاتھ سے نکل گیا۔ عرب مجاہدین بڑھتے بڑھتے قسطنطنیہ کی دیواروں تک پہنچ گئے۔ اور شمالی افریقہ میں بھی اُنہوں نے عیسائیوں کو شکست دی اور تمام اہم مقامات پر قبضہ کر لیا۔ مسلمانوں کے بڑھتے ہوئے حوصلوں کے سامنے ایشیا اور افریقہ کی وسعتیں میچ تھیں۔ اُنہوں نے یورپ کی جانب توجہ کی۔ اور ہسپانیہ کے گاتھ خاندان کی قبائے غفلت پارہ پارہ کر ڈالی۔ ہسپانیہ کو فتح کر کے وہ فرانس کی جانب بڑھے۔ اور یہ ملک بھی فتح کرتے چلے



گئے۔ آخر دیا گئے لوائر کے کنارے عربوں کی فتحندی کا سیلاب رک گیا۔ باہمی  
افتراق کی بدولت انہوں نے ایسی شکست کھائی کہ فرانس کا مفتوحہ علاقہ بھی قبضہ  
میں نہ رہ سکا +

فلا بیانان | اس سلسلہ میں یہ ملحوظ نظر رکھنا چاہئے۔ کہ عربوں کی فتحندی کے اس دور میں  
مغرب کے شعراء اور داستان گو ایسا لٹریچر پیدا کرنے میں مصروف تھے جو مسلمانوں  
کی مذمت پر مشتمل تھا۔ اور جس میں ان کے عقائد کو نہایت تاریک رنگ میں  
پیش کیا گیا تھا۔ عربوں کے متعلق نہایت بے سرو پا اور لغو قصے مشہور تھے جن کا  
مقصد صرف اس قدر تھا۔ کہ عیسائیوں کے قلب میں ان کے خلاف نفرت  
کا جذبہ پیدا کر دیا جائے۔ مثلاً یہ عقیدہ عام تھا۔ کہ عرب بت پرست ہیں۔ اور  
ان کے سب سے بڑے بت کا نام (عیاذ باللہ) محمد ہے۔ ان غلط بیانیوں  
نے ساری مسیحی دنیا میں آگ لگا دی۔ اور عربوں کے خلاف نفرت و عناد کا جذبہ  
ہمہ گیر ہو گیا +

فتنہ تاتار حلقہ بگوشان تنلیٹ کو فرزند ان توحید سے جس قدر شدید عداوت رہی  
ہے۔ اس کا اندازہ اس امر سے بھی ہو سکتا ہے کہ محض عربوں کے مشرقی اقتدار کو  
شکست دینے کے لئے بمیدین تاتاریوں سے روابط دوستی قائم کئے گئے۔ اور پاپا  
اعظم کی جانب سے تاتاری خنہ شاہ کی خدمت میں سفارت بھیجی گئی۔ اگرچہ ارباب  
تاریخ نے فتنہ تاتار کے اسباب و علل کے سلسلہ میں ان حقائق کو نظر انداز کر دیا ہے  
لیکن اہل نظر خوب جانتے ہیں۔ کہ وہ برقی بلا جو مستعم باد کے کاشانہ اقبال پہل گئی  
لے مسیحی عام طور پر مسلمانوں کو کافر کہتے تھے +

دشت قیاق کو پہنائیوں سے نہیں۔ بلکہ بحیرہ روم کے ساحل سے اٹھی تھی +  
 آخر مسیحوں کی مذہبی دیوانگی حروب صلیبیہ کو پر روئے کا رے آئی۔  
 اور وہ مجنونانہ جوش سے فلسطین کی جانب بڑھے۔ لیکن نورالدین زنگی۔ اور صلاح  
 الدین ایوبی کی تلواروں نے فولادی دیواریں بن کر اس بڑھتے ہوئے سیلاب  
 کو روک لیا +

اس میں شک نہیں۔ کہ کچھ عرصہ تک فلسطین اُن کے قبضہ میں رہا۔ اور  
 یروشلم کے گلی کوچوں میں عربوں کا خون بیدریغ بہایا گیا۔ لیکن یہ اقتدار عارضی  
 تھا اور صلاح الدین ایوبی کے مجاہدانہ عزم کی بدولت مشرق میں کہیں بھی  
 اُن کے قدم جم نہ سکے۔ اور ہر ترکان عثمانی کی برق شمشیر چمکی۔ اور عیسائی جو شرق  
 میں اقتدار قائم کرنا چاہتے تھے۔

..... مغرب کی بائز لطیفی سلطنت کو بھی مسلمانوں کے فاتحانہ حوصلوں کی نذر  
 ہونے سے بچانہ سکے۔ چنانچہ اور ہر مشرق میں صلیب سرنگوں ہوئی اور اور ہر مغرب  
 میں ترکوں کا بلانی پر چم لہانے لگا۔ صرف یہ امر اُن کے لئے باعث تسکین تھا کہ  
 عین اسی زمانہ میں جبکہ مغرب میں ایک اسلامی سلطنت کا آفتاب طلوع ہو رہا تھا۔  
 غرناطہ کی اسلامی حکومت کا ستارہ غروب ہو رہا تھا۔ ایک شیعہ بلائی جا رہی تھی  
 اور دوسری شیعہ۔ یہی تھی +

ہسپانیہ مسلمان مسلمانوں کو جس طرح ہسپانیہ سے نکالا گیا اُس کی المناک داستان تو  
 کسی دوسری فرصت کی محتاج ہے۔ لیکن یہاں اس قدر کہنا کافی ہوگا۔ کہ سر  
 ہسپانیہ کو مسلمانوں کے وجود سے پاک کرنے کے لئے "جہاد مقدس" کا علم بند

کیا گیا۔ اور ملکہ ازبلا کی مدد کے لئے انگلستان اور فرانس سے ”مجاہدین“ کے لشکر بھیجے گئے +

ترکانِ فتانی کا دامن ہمیشہ اس دلغ سے آلودہ رہے گا کہ انہوں نے سپاہیوں کی بدنامیوں کی پیروی کی۔ اور غناط کا آخری نصیب

لے ابو بقاصالح بن شریف البریدی نے جو اس عہد کا ایک نثر گو شاعر تھا۔ ایک دنگدار مرثیہ لکھا جس میں اندلس کے مسلمانوں کی بیچارگی کا ذکر کر کے مسلمانانِ عالم سے اعانت کی التجا کی گئی تھی۔ سلطان مراکش نے اس کی نقلیں اکثر مسلمان بادشاہوں کے پاس بھیج دیں۔ اس مرثیہ کے آخری اشعار جو درود و حسرت کے سراپہ دار ہیں۔ پڑھئے۔ اور مسلمان سلاطین کی بے دردی کا تم کچھ +

(۱) اے نجیب اور پی کر کے گھوڑوں پر سوار ہونے والو جو گھوڑوں کے میدان میں عقاب ہیں۔  
(۲) اے ہندی تلواریں اٹھانے والو۔ جو خرمکار دار کے بنار کی تارچی میں فصل کی طرح چمکتی ہیں۔  
(۳) اے مسند پر راحت کی زندگی بسر کرنے والو اور اپنے گھروں میں عزت سے رہنے والو۔  
(۴) کیا تمہیں اہل اندلس کی بھی کچھ خبر ہے انکی المناک حالت کو دیکھ کر سوار دنیا کے اطراف پر چمکتے ہیں +

(۵) ضعیف و ناتوانی اور اسیرت سے امداد کے لئے بار بار یاد کر چکے ہیں۔ مگر مدیعت کو کسی فرد بشر کی اگ قیمت جنش میں نہیں آتی +

(۶) اے مدعی اسلام ہونے کے باوجود تم نے یہ سرد مہری

یار اکین عناق الحیل مناصرة  
کا نہانی مجال السبق عقبان  
وحاصلین سیوف الهند من هفنة  
کا نہانی ظلام النقع نیورن  
وراقین وراء البحر فی دعتہ  
لھم بادطانھم عز و سلطان  
اعذلکم بناء من اهل اندلس  
فقد سوي بمجديث القوم ركبان  
کم يستغیث بنا المستضعفون وھم  
قتلی واسری فما یھتزن انسان



تاجدار ابو عبد اللہ اشکِ حسرت ہمارا اپنے مستقر سلطنت سے رخصت ہو گیا +  
 ترکوں کے کغور کغیا یا نہ عزائم کی داستان سے تاریخ کے اوراق تابناک  
 ہیں۔ اور یہ حقیقت "سازدرون پردہ" نہیں کہ مجاہد ترک مدیوں تک مغرب کے  
 سینہ پر کابوس بن کر سوار ہے۔ لیکن یاد رکھنا چاہئے۔ ظلمت آباد فرنگ میں وہ تلوار  
 کے زور سے دن بسر کر رہے تھے +

یورپ کی مسیحی سلطنتوں نے کبھی صدق نیت سے ان کے ساتھ دوستانہ  
 تعلقات قائم نہیں کئے۔ لہذا ان کی حریفیں بھائی ہمیشہ ترکوں کے مشرقی مقبوضات  
 پر پڑتی رہیں۔ ترکی سلطنت کے دور انحطاط میں دو بل فرنگ سازشوں کے حربے  
 لے کر اٹھ کھڑی ہوئیں۔ ترکوں کے مغربی اور مشرقی مقبوضات کا بیشتر حصہ ان  
 کے قبضہ سے نکل گیا +

وہ طرابلس اور بلقان کی محاربات سے ابھی بھل سنبھلے تھے۔ کہ جزیرہ نمائے  
 بلقان سے جنگ کی آگ کے شعلے بڑک اٹھے۔ اور محاربہ عمومی کا آغاز ہو گیا۔  
 ترکوں کے لئے اس کے سوا کوئی چارہ کار نہ تھا۔ کہ وہ اس آگ میں کود پڑیں یا  
 گنان قضا و قدر کو یہی منظور تھا کہ پرستار ان صلیب کی دیرینہ آرزو پوری ہو۔ اور ان  
 مقدس ان کے قبضہ میں آجائے +

کیونکہ اختیار کر لی۔ خدا کے بندو تم تو آپس  
 میں ایک دوسرے کے بھائی ہو +  
 دے کیا اس خوابِ آلود حیات میں کوئی ایک بھی  
 ایسا نہیں جو غیرت مند اور ذی ہمت ہو۔  
 کیا نیکی ہی میں ایک دوسرے کا ہاتھ بٹانے  
 والے دنیا سے اٹھ گئے +

ماذا التقاطع فی الاسلام بینکم  
 وانتم یا عباد اللہ اخوان  
 الانفوس ابیات لها همم  
 ابراعالی الخیر انصار و اعران

# دوسرا باب

## شریف حسین اور ترک

شریف حسین کا مورث اعلیٰ قتادہ سادات جینہ سے تعلق رکھتا تھا۔ قتادہ ایک باتدبیر اور صاحبِ عزم شخص تھا۔ اس نے عرب میں ایک قوی شوکتِ سلطنت کی بنیاد ڈالی۔ اور یمن سے خیبر تک تمام ملک پر تصرف ہو گیا۔ عیسیٰ ۱۵۵۰ میں محمد ابن التمی نے جو خاندان قتادہ کا ایک جلیل القدر فرمانروا تھا۔ قسطنطنیہ پہنچ کر مکہ معظمہ کی چابیاں سلطان سلیم کے سپرد کر دیں۔ اور اس تاریخ سے عرب ترکمان عثمانی کی حفاظت میں آ گیا۔

نصاری کے حوصلے یہ محدودہ ہے جبکہ ایک اُلوالعزم پر تگیز جہازوں "واسکو ڈے گاما" ہندوستان کا بحری راستہ دریافت کر چکا تھا۔ اور مشرقی ہندو فرنگستانی جہازوں کی جولانگہ بن چکے تھے۔ اہلِ فرنگ نے مشرق میں پہنچ کر دیکھا۔ کہ دنیا کی وہ عجیب ترین قوم جس کے کشور کشایانہ حوصلوں اور مجاہدانہ اقدام نے اُن پر مغرب کی وسعتیں تنگ کر دی ہیں۔ اور جس کی ترکناز سے مغرب کی کوئی سلطنت محفوظ نہیں۔ عرب کو اپنا دینی مرکز سمجھتی ہے۔ تو انہیں خیال گزرا۔ کہ اگر اس سرزمین پر

مسیحیت کا علم اقتدار لانے لگے۔ تو مسلمانوں کی شاہی کو محکومی اور آزادی کو غلامی سے بدل دینا چننا دشوار نہیں۔ لیکن جلد ہی اُن پر یہ حقیقت بھی کھل گئی کہ اگر کسی مسیحی نے اس ارض پاک کو اپنے قدموں سے آلودہ کرنے کی جرأت کی۔ تو دنیا کے ہر گوشہ سے فرزند ان توحید علم ہما ولے کراٹھ کھڑے ہوں گے۔ اور برتارا بن صلیب پر عرصہ جہات تنگ کر دیا جائے گا۔ اس لئے انہوں نے عرب پر حملہ کی جرأت تو نہ کی۔ لیکن اس ملک کے اقتصادی اور تجارتی ذرائع پر قبضہ کرنے کے لئے سازشیں ہونے لگیں۔

مغربی جیل طراز اپنے اس ارادہ میں کسی حد تک کامیاب ہوئے۔ یعنی عرب کے ساحلی مقامات پر انہوں نے دام فریب پھیلادیا۔ چنانچہ ۱۸۹۶ء میں برطانیہ نے سلطان مسقط سے ایک تجارتی معاہدہ کیا۔ ۱۸۹۷ء میں بحرین کے شیوخ سے اسی نوع کا معاہدہ کیا گیا۔ اور ۱۸۹۸ء میں عدن اُس کے قبضہ میں آگیا۔

بحرین العین اعدان پر قبضہ کرنے کے بعد شریف مکہ پر زور سے ڈالے گئے۔ اُس وقت شریف حسین کا دادا ماجد العون شریف مکہ تھا۔ یہ شخص باسانی اس دام میں آگیا۔ اُس کی فرنگی دوستی نے حلقہ گوشانِ تبلیث کو لیر کو دیا۔ اور اُس کی بے دینی کی بدولت ایک انگریز تاج ڈاؤٹی نام بدلتوں اس ارض پاک میں جس کے دروازے مسیحیت کے فرزندوں پر ہمیشہ کے لئے بند کر دیئے گئے تھے رہ کر عرب کے معاشرتی اور مذہبی حالات قلمبند کرتا رہا۔ محمد العون کو ۱۸۹۸ء میں ایک بدو کے

ملہ چارلس ڈبلیو ڈاؤٹی کی کتاب "مصر لے عرب کی سیاست" اپنی نوعیت کی پہلی کتاب ہے اسکا معنی "لے عرب کی سیاست"



خجھر نے شربت اجل پلادیا +

جب سلطان عبدالحمید خاں مرحوم نے حجاز ریلوے کی تعمیر کا ارادہ کیا تو محمد العون کے فرزند علی نے جو اپنے باپ کا صحیح جانشین تھا۔ اور جسے فرنگی دوستی اور اسلام دشمنی و دشمنی میں ملی تھی۔ عربوں کو سلطان کے خلاف اکسایا۔ اور انہوں نے حجاز ریلوے کے ایک حصہ کو تباہ کر دیا۔ سلطان عبدالحمید خاں کی نگاہ دور رس نے پہچان لیا کہ علی کو میا حسین ایک کیش اور عیار نوجوان ہے۔ اور اگر اسے اپنے منصوبوں کی تکمیل کے لئے آزاد چھوڑ دیا گیا۔ تو وہ ترکوں کے مشرقی اقتدار کے لئے بہت خطرناک ثابت ہو گا۔ چنانچہ حسین کو قسطنطنیہ میں طلب کر کے نظر بند کر لیا گیا۔ لیکن ہٹا سرودہ شاہی مہمان تھا۔ اور اس کے تمام مصائب خزانہ سلطانی سے ادا کئے جاتے تھے +

انجمن اتحاد و ترقی حسین ابنبول میں ہی تھا کہ نوجوان ترکوں نے اپنی یکتائی کا علم بلند کیا۔ اور انجمن ”اتحاد و ترقی“ سے جس کے ارکان میں انور طلعت اور جمال بیسیہ محبت وطن افغان شامل تھے۔ اقتدار و عمل کر کے سلطان عبدالحمید خاں کو معزول کر دیا۔ یہ انقلاب ایک سلطان کے زل اور دوسرے کے نصب تک ہی محدود نہیں تھا۔ بلکہ اس کا دائرہ بہت وسیع تھا۔ سلطنت کی حکمت عملی میں ایک تبدیلی واقع ہو گیا۔ اور ترکی کے حوالہ و غرض میں وطنیت کے وہ افکار و عقاید پھیل گئے جن کی اشاعت مغربی مفکرین ایک عرصہ سے کر رہے تھے + نوجوان احرار نے حسین اور اس کے فرزندوں کو رہا کر دیا۔ اور صرف رہا ہی نہیں کیا۔ بلکہ حسین کو شریف مکرّم کر کے اس کے جرائم پر بخیر غفلت دیا +

حرکت ملیہ جس حرکت و طینت کا ذکر ہم اوپر کر چکے ہیں۔ اُس سے عربستان بھی متاثر ہو چکا تھا۔ اور بعض عرب ارباب فکر جن میں زیادہ تر شامی نوجوان تھے۔ ایک عرب سلطنت کا خواب دیکھ رہے تھے۔ ان افکار کا سرچشمہ مغرب تھا۔ اور ترکوں سے عربوں کا پیوند قطع کرنے کے لئے اس سے بہتر کوئی طریق نہیں ہو سکتا تھا۔ اُن کے دماغ میں وطنیت اور آزادی کے خیالات بے ترتیبی سے ٹھونس دیئے جاتے۔ وطنیت کے اس مجنونانہ جذبہ کو فہم و بصیرت سے کوئی تعلق نہیں تھا۔ لیکن چونکہ ظاہر یہ جذبہ نہایت جاذب نظر اور دلکش دکھائی دیتا ہے۔ اس لئے اس عہد کے اکثر فضلا بھی گمراہ ہو گئے۔ اور عرب کی حرکت و طینت کی حمایت و تائید کرنے لگے۔ ان لوگوں میں "النار" کے فاضل رئیس التحریر علامہ رشید رضا بھی تھے جن پر بعد میں ظاہر ہو گیا۔ کہ ارباب غرض نے وطنیت کا ڈھونگ کھڑا کرنے میں کیا مصلحت دیکھی تھی۔ جب جنگ عظیم کا آغاز ہوا تو یہ تحریک شباب پر تھی۔ شام اور فلسطین میں بعض انقلابی مجالس مرتب ہو چکی تھیں۔ اور عربوں کو ترکوں کے خلاف براہِ نگیختہ کیا جا چکا تھا۔ لیکن جب ترکوں نے جنگ میں جرمنی کا ساتھ دینے کا ارادہ کیا۔ اور استنبول سے تمام رؤسا اور وفد کے نام فراہم جاری کئے گئے تو حسین نے ترکانِ احرار کو یقین دلایا کہ سارا عربستان اُن کے علم کے نیچے مجتمع ہو کر تحفظِ حرمت و ناموسِ اسلام کی خاطر کٹ مرنے سے دریغ نہیں کرے گا۔

شرعک مطالبات [ادھر ترکوں کو اپنی وفاداری کا یقین دلایا جا رہا تھا۔ اُدھر بحیرہ قلزم کے غیر آباد ساحل پر انگریز افسروں سے خفیہ ساز باز ہو رہا تھا۔ اور ضمیرِ فردشی اور غداری کی قیمت طلب کی جا رہی تھی۔ حسین کے مطالبات یہ تھے کہ شمال میں

ترتینا۔ مک۔ جنوب میں بحر ہند۔ مک۔ اور مشرق میں ایرانی سرحد تک تمام علاقہ پر اس کی بادشاہت تسلیم کر لی جائے۔ انگریزوں نے جواب دیا کہ ترتینا۔ اسکندرونہ اور حمص وغیرہ عرب میں شامل نہیں ہیں۔ اس لئے اس علاقہ پر اس کی سیادت منظور نہیں کی جاسکتی۔ البتہ مشرقی اور جنوبی حدود کے متعلق اس کا مطالبہ منظور ہے۔ غرض کہ حسین نے ان شرائط پر انگریزوں سے معاہدہ کر لیا۔ اور بغاوت کے نقیب اور داعی یہ خبر لے کر تمام عبتان میں پھیل گئے +





# تیسرا باب

## بغاوتِ عرب کے اسباب و علل

تاریخ کا طالب علم جب اس مقام پر پہنچتا ہے تو اُس کا ذہن فوراً اُن اسبابِ علل کی تلاش و جستجو میں مصروف ہو جاتا ہے۔ جنہوں نے سارے عرب کو نہ کان عثمانی کے مقابلہ میں صف آر کر دیا۔ اور جب اُسے ترکوں کی مشرقی حکمتِ عملی میں کوئی ایسا واضح اور نمایاں نقص نظر نہیں آتا جو بغاوت کا محرک ہوا ہو۔ تو قدرتِ اُس کا ذہن ان مغربی طاقتوں کی جانب متوجہ ہو جاتا ہے جنہوں نے اس سیاسی انقلاب میں فائدہ اٹھایا۔ اور سوچنے لگتا ہے۔ کیا انقلاب کی وہ چنگاری جو عرب کے خرمینِ عافیت کے حق میں برقی بلا بن گئی۔ استعمارِ مغرب کے آشکارہ ہے آئی تھی اور حقیقت بھی یہی ہے۔ یہیں عربستان کی بغاوت کے محرکات تلاش کرنے کے لئے اسی گوشہ کی جانب رخ کرنا چاہئے +

کارلائل اور علمائے اجتماع کا ایک گروہ کہتا ہے۔ کہ افرادِ جماعتوں میں انقلاب

ملنے کرنے لادف نے لندن ٹائمز کے ایڈیٹر کے نام منسلک نام میں جو مکتوب لکھا تھا۔ اُس میں خود اس حقیقت کا اعتراف کیا ہے کہ عرب ترکوں کی سلطنت سے خوش تھے +

برپا کر کے اُن کے سیاسی نظام کو یکسر متغیر کر دیتے ہیں محققین کے ایک دوسرے  
گروہ کا خیال ہے کہ جانتیں انقلاب برپا کرتی ہیں۔ لیکن عرب کا انقلاب بہت  
جیتک افراد کا مہون منت تھا جو عربوں کے طبعی رُحمانہ مذہب اور تہذیبی روایات  
سے باخبر تھے۔ اس میں شک نہیں کہ عربوں کی طبیعت میں انقلابی اثر قبول کرنے  
کی صلاحیت موجود تھی۔ وہ ایک سیاسی شعور کے مالک تھے۔ لیکن اس استعداد  
سے فائدہ اُٹھا کر انہیں بنیاد اور سرکشی پر آمادہ کرنے والے محدود سچے افراد  
تھے۔ یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہ افراد کون تھے کیا عرب میں لیٹن۔ کمال پاشا۔  
یا مسولینی جیسی کوئی شخصیت پیدا ہوئی نہیں حقیقت یہ ہے کہ ان افراد کو فطری جذبہ  
وطن نے دعوت انقلاب دینے پر آمادہ نہیں کیا تھا۔ بلکہ ان میں بعض ارباب غرض  
تھے۔ اور بعض مغرب کے مجہول انکار اور وطنیت کے فرنگستانی تخیل کے دلدادہ جنہیں  
دول مغرب نے اپنا آلہ کار بنا رکھا تھا۔ غرض کہ یہ لوگ دراصل استعمار مغرب کے نقیب  
تھے۔ لیکن انہوں نے خود کو وطنیت کا داعی سمجھ لیا تھا۔

شریف حسین اقتدار کا جو یا تھا۔ اُس کے چاروں فرزند علی فیصل۔ عبداللہ اور  
زید جاہ وجلال کے بھو کے تھے۔ اور اُن کی پشت پر انگریزوں اور فرانسیسیوں کا دست  
شفقت تھا۔ کچھ اور لوگ بھی تھے۔ جو نیک نیتی سے "استقلال عربستان" کو منہائے  
نظر سمجھے ہوئے تھے۔ لیکن دراصل اُن کا تصور وطنیت بھی اہل مغرب کی حیل طرازیوں  
کا مہون منت تھا۔

دنیا کے ہر ملک میں حقوق۔ مساوات۔ اخوت اور حریت کے نام پر دعوت  
انقلاب دی گئی۔ لیکن دراصل اس دعوت کی پشت پر مستبد شخصیتیں تھیں۔ جو نظام سیاسی

کے بدلتے ہی برہنہ تلواریں لئے نمودار ہوئیں۔ اور تو آؤر فرائض میں جہاں شاہی اور ملکیت کے خلاف نہایت کامیاب جہاد کیا گیا۔ یہی صورت پیش آئی۔ یعنی ابھی انقلاب کا طوفان بمشکل تھا تھا۔ اور قوم کی تحریبی اور سلبی قوتیں چند لمحوں کے لئے آسودہ ہوئی تھیں۔ کہ یکایک پرستاران انقلاب کے گروہ سے ایک مستبد شخصیت نمودار ہوئی۔ اور ان تمام لوگوں نے جو شاہی کے تصور سے لرز جاتے تھے اُس کے سامنے سر جھکا دیا۔ اور اُسے اپنا خنثی تسلیم کر لیا۔

عرب میں کوئی نبولین پیدا نہیں ہوا لیکن اخوت و حریت کے وعظ کی پشت پر استبداد کا وجود ضرور تھا۔ شریفین حسین بذات خود کوئی حیثیت نہیں رکھتا تھا۔ وہ تو محض ایک حربہ تھا۔ جسے دول فرنگ نے اپنے مستعمرانہ عزائم کی پیش رفت کے لئے استعمال کر کے پھینک دیا۔ درحقیقت عرب کی دعوت حریت یا یوں کہئے کہ اتحاد عرب اور استقلال عرب کی اس عافیت سوز تحریک کی پشت پر استعمار فرنگ کی مستبد قوت تھی اور جب انقلاب کی آگ فرد ہوئی تو یہ قوت برہنہ تلوار لئے نمودار ہوئی۔ سارے ہمدرد موافق طاق پودھرے رہ گئے۔ اور فریب خور مکان و طبیعت کی آنکھیں کھل گئیں۔

پان اسلامزم [مسیحی دنیا "پان اسلامزم" یعنی اسلام کی بین الاقوامی دعوت سے بہت خائف تھی۔ اُسے بخوبی معلوم تھا کہ اگر مختلف النسل مسلمان متحد ہو گئے۔ تو ان کا وجود سارے یورپ کے لئے ایک خطرہ بن جائے گا۔ اس اتحاد اسلامی کو شکست دے کر ترکوں کو یورپ سے نکالنے اور اسلامی ممالک کو مسیحیت کے حیطہ اقتدار میں لانے کے لئے ایک وسیع سازش کی گئی۔ ترکوں کو پہلے وطنیت کا درس دیا گیا۔ یعنی یہ کہا گیا کہ وہ ترک

ہیں۔ عربوں اور پھریوں سے آن کا کوئی نسلی رشتہ نہیں۔ اس لئے انہیں وطنیت کو اخوت اسلامی پر مقدم سمجھنا چاہئے۔ پھر تحریک اتحاد تورانی کا علم بلند کیا گیا۔ یعنی وانگا کے کنارے سے باسفورس کے ساحل تک یہ صدائیں بج اٹھی۔ کہ تمام تاتاریوں کو جو قفقاز۔ قازان۔ کریمیا۔ استراخان۔ ترکی اور افغانستان میں پھیسے ہوئے ہیں متحد ہو جانا چاہئے +

اتحاد تورانی پر ویسٹروپرسی کے قلم نے اس تحریک کا نام اچھالنے میں بہت حصہ لیا اور روسی مسلمان تو اس خیال سے اس حد تک متاثر ہوئے کہ وہ روس کو چھوڑ کر ترکی میں آباد ہونے لگے۔ انہی دنوں ایک تاتاری ادیب یوسف بے افچراؤدلو نے قسطنطنیہ میں مجلس اتحاد تورانی کی بنیاد ڈالی۔ اور تورانی تحریک کی تائید و حمایت میں ایک کتاب لکھی جس کا نام تین سیاسی نظام ہے +

دوسری جانب عربوں سے کہا گیا کہ ترک اسلام کو چھوڑ چکے ہیں۔ مذہب سے انہیں کوئی سروکار نہیں۔ کوئی مصیبت ایسی نہیں جس کے ارتکاب پر وہ اپنے نفس کو دلیر نہ پاتے ہوں۔ یہ چاہتے ہیں کہ عرب عربی کو چھوڑ کر ترکی زبان اختیار کر لیں۔ ان کی شورشِ چشمی اور دیدہ دلیری اس حد تک جا پہنچی ہے کہ وہ قرآنِ کریم میں تحریف کر رہے ہیں۔ چنانچہ انہوں نے قرآن میں انبیاءِ عظیم اسلام کے اسماء کی جگہ تاتاری بادشاہوں کے نام لکھ دیئے ہیں۔ عربوں کی سادگی سے فائدہ اٹھا کر یہاں تک مشہور کر دیا گیا کہ ترک خدائے واحد کے بجائے ”گرگ سپید“ کی پرستش کرتے ہیں جنہیں ان کے اسلاف ظہورِ اسلام سے پہلے وسط ایشیا کے برفانی میدانوں میں پوجا کرتے تھے۔ غرض کہ ترکوں کے الحاد کی ہوا سنیں کچھ اس طرح بیان کی گئیں کہ



عرب اُن سے قطعاً منتظر ہو گئے۔

اس کے ساتھ عربوں کو وطنیت کے ہر رنگ زمین و ام میں الجھانے کی کوشش کی گئی۔ انہیں اسلاف کے کارنامے یاد دلائے گئے۔ اور یہ اعتراف کیا گیا کہ فرنگستان میں تہذیب کی جو شمع تجلیاں بکھیر رہی ہے۔ اُس کی روشنی اسلام کے چراغ ایزد فروز سے مستعار لی گئی ہے، انہیں یہ کہہ کر غیرت و لائی کہ عرب جنہیں قرآن کے مخاطب اولین ہونے کا شرف حاصل ہے۔ ملحد ترکوں کے محکوم کیونکر رہ سکتے ہیں، چنانچہ اُسی زمانہ میں جبکہ ایک جانب "اتحاد تورانی" کی مابلند ہو رہی تھی۔ دوسری جانب "اتحاد عرب" کا راگ الاپا جا رہا تھا۔

مسیحی پادری مغربی استعمار کے نقیب ہیں۔ وہ اگرچہ مرکز عرب میں پہنچ کر ان خیالات کی اشاعت تو نہیں کر سکتے تھے۔ لیکن شام اور فلسطین میں وہ جہاں جہاں پہنچ سکے اسی نوع کے افکار نہایت سرعت سے پھیل گئے بعض لوگ ایسے بھی تھے جو عربوں کا بھیس بدل کر حجاز تک جا پہنچے۔ مشہور سیاح ڈاؤنی عرصہ تک حجاز میں

ملہ ملاحظہ ہو، ولانس ان عربیہ بیانہ "لارنس کے ساتھ عرب میں"۔ مصنفہ لائل ماس، صفحہ ۵۰۔

ملہ جن مغربی سیاحوں نے عرب کی سیاحت کو کے اُس کے آثار کا معائنہ کیا۔ ان میں سب سے پہلا شخص نیو بہر ہے۔ ملائکہ وین ڈنمارک کی حکومت نے سیاحوں کا ایک وفد بھیجا تھا، زید بہر اس جماعت کا سرگروہ تھا۔ لیکن اُس کی سیاحت زیادہ تر عین کے علاقہ تک محدود رہی۔ اس کے بعد ہیمپٹن۔ بوٹا۔ ٹمرز و فیوہ نے عمیر کی سیاحت کی۔ ان کے بعد اڈاؤ نے جنوب کے آثار کا مطالعہ کیا۔ ملائکہ وین ڈنمارک نے سب کے آثار کی تحقیق کی۔ اس کے بعد آسٹریا کے ایک ماہر علم آثار گلڈز نے جبری آثار کا معائنہ کیا۔ لیکن یہ لوگ سوا اعلیٰ علاقوں سے

رہا۔ وہ عربی زبان نہایت صفائی اور روانی سے بولتا تھا۔ اور کسی کو لمحہ بھر کے لئے بھی خبیہ نہیں ہو سکا تھا کہ وہ افرنجی الاصل میسائی ہے۔ ماس لاول نے ایک اور مسیحی حسن ابن خلیل کا ذکر بھی کیا ہے۔ جو ایفرسیل کی فوج میں شامل تھا۔ عرب اس کے متعلق صرف اتنا جانتے تھے۔ کہ وہ ایک عربی النسل مسلمان ہے۔ جس کی

آگے نہیں بڑھے۔ ڈزریڈے۔ ہرش اور قیوڈرنٹ نے حضروت کی سیاحت کی۔ اور جیکے اکثر کتابت کو محفوظ کر لیا۔ لیکن حجاز میں بہت کم سیاحوں کو جانے کا اتفاق ہوا۔ سرچرچہ ڈیون جی کے بہانہ سے مسلمان بن کر پہنچا۔ اور مدتوں حجاز کی سیاحت میں مصروف رہا۔ برکھارڈ نے بھی مسلمان بن کر حجاز کی سیاحت کی۔ اس پر اسلام کی سادگی کا اثر اس قدر ہوا کہ وہ آخر کار مسلمان ہو گیا۔ حجاز کی سیاحت میں اولیت کا فخر ایک مہانی سیاح بیڈیے سلج کو حاصل ہے۔ جس نے علی بے عباس کے نام سے مشہور ہیں مگر مغرب کی زیارت کی۔ لیڈی بلنٹ اور ہوبور کی سیاحت بھی بہت اہمیت رکھتی ہے۔ لیکن انہیں حجاز میں جانے کا موقع نہیں ملا۔ سب سے آخر میں گرٹروڈ بل اور مس روز ٹانفوریس نے عرب کے ساحلی مقامات کی سیاحت کی۔ ایڈورڈ ہنری پامر کو اگرچہ ان سیاحین اور کشتیوں میں چنداں اہمیت حاصل نہیں لیکن اس نے اسلامی ممالک کا سفر محض سیاسی اغراض کے ماتحت کیا تھا۔ پامر عربی، فارسی اور اردو میں مہارت رکھتا تھا۔ فارسی اور اردو نغمہ شریہ بھی اُسے قدرت تھی۔ بب مصر میں عربی پاشا نے انگریزوں کے خلاف علم جہاد بلند کیا تو پامر کو اس کے خلاف ہر وہ چنگ نہ کرنے کی غرض سے بھیجا گیا۔ اس نے بھیس بدل کر مختلف قبائل میں عربی پاشا کے خلاف ایسی ہرجوش تقریریں کیں کہ بغاوت نہ پہلا سا زور شور نہ رہا۔ آخر وہ حائل عرب میں ایک اعرابی کے ہاتھوں قتل ہو گیا۔

(۱) (۲) (۳) (۴) (۵) (۶) (۷) (۸) (۹) (۱۰) (۱۱) (۱۲) (۱۳) (۱۴) (۱۵) (۱۶) (۱۷) (۱۸) (۱۹) (۲۰) (۲۱) (۲۲) (۲۳) (۲۴) (۲۵) (۲۶) (۲۷) (۲۸) (۲۹) (۳۰) (۳۱) (۳۲) (۳۳) (۳۴) (۳۵) (۳۶) (۳۷) (۳۸) (۳۹) (۴۰) (۴۱) (۴۲) (۴۳) (۴۴) (۴۵) (۴۶) (۴۷) (۴۸) (۴۹) (۵۰) (۵۱) (۵۲) (۵۳) (۵۴) (۵۵) (۵۶) (۵۷) (۵۸) (۵۹) (۶۰) (۶۱) (۶۲) (۶۳) (۶۴) (۶۵) (۶۶) (۶۷) (۶۸) (۶۹) (۷۰) (۷۱) (۷۲) (۷۳) (۷۴) (۷۵) (۷۶) (۷۷) (۷۸) (۷۹) (۸۰) (۸۱) (۸۲) (۸۳) (۸۴) (۸۵) (۸۶) (۸۷) (۸۸) (۸۹) (۹۰) (۹۱) (۹۲) (۹۳) (۹۴) (۹۵) (۹۶) (۹۷) (۹۸) (۹۹) (۱۰۰)

عمر کا ایک حتمی مسیحی ممالک میں بسر ہو چکا ہے۔ لیکن حقیقتاً وہ مسیحی تھا۔ اور اگرچہ  
 اُسے یہ جرائم تو نہ تھے کہ اپنے مذہبی عقاید علانیہ بیان کر دے۔ لیکن تحریک  
 ”دعوت عربیہ“ کی تائید و حمایت اور اپنے سیاسی افکار کی تبلیغ سے اُسے کوئی نہیں  
 روک سکتا تھا +

غرض کہ جنگ عمومی شروع ہوئی۔ تو شام کی ترکی فوج کے تمام عرب سپاہیوں  
 کو بغاوت پر آمادہ کیا جا چکا تھا۔ صحرائے عرب کے تمام قبائل ترکوں کے خلاف  
 علم بغاوت بلند کرنے پر تیار بیٹھے تھے۔ حسین کے قاصد ہر قبیلہ کے شیخ کے پاس  
 پہنچ چکے تھے۔ اور شام فلسطین اور حجاز کے عربوں کا کوئی فرد ایسا نہیں تھا۔ جو محمد  
 ترکوں کے خون سے ہاتھ رنگنے کو اپنی زندگی کا اولین فرض نہ سمجھتا ہو +



# چوتھا باب

## شریف حسین کی حیلہ سازیاں

جنگ عمومی کا آغاز آسٹریا اور سر ویہ کے نزاع سے ہوا۔ لیکن تھوڑی دیر میں سارے یورپ کی فضا آگ کے شعلوں سے چھب گئی اور سمندر کی نیلگوں سطح کو خون کی چادر نے ڈھانپ لیا۔ کہا جاتا ہے کہ محاربہ عظیم کا باعث ایک سر ویہی طالب علم کا جذبہ عشق وطن تھا۔ جس نے ولی عہد آسٹریا کو قتل کر کے دہل فرنگ کے لئے پیکار آزمائی کا ایک عمدہ موقع مہیا کر دیا۔ لیکن اہل نظر جانتے ہیں کہ جنگ کی آگ عرصہ سے سلگ رہی تھی۔ اگر ولی عہد آسٹریا کے قتل کا واقعہ برروئے کار نہ آتا۔ جب بھی جنگ ناگزیر تھی مغربی استعمار اپنی اغراض پر پردہ ڈالنے کے لئے ہمیشہ ایسے بہانے تلاش کر لیا کرتا ہے +

ترک ابتدا میں غیر جانبدار تھے۔ لیکن جنگ کے شروع ہوتے ہی انہوں نے سرحدوں کو مستحکم کر دیا۔ انھوں نے ترکستان میں ترک کی غارتگری کی نقل و حرکت کو شبہ کی نظر سے دیکھنا جاری رکھا۔ جب ترک اس آگ اور خون کے مہیب کھیل میں شریک ہوئے تو برطانوی مہتر پکار اٹھے کہ موت کا گھڑیاں بچ چکا۔ ترکوں نے جنگ



میں شریک ہو کر اپنی موت کے محض پردہ تخط کر دیئے۔ ہندوستان کے مسلمان جنہوں نے برطانیہ سے عہد وفا استوار کر رکھا تھا۔ یہ چاہتے تھے۔ کہ ترک اول تو جنگ میں شریک ہی نہ ہوں۔ اور اگر شریک ہوں تو انگریزوں کا ساتھ دیں لیکن ہندوستان کے مسلمانوں کی سیاست فہمی کی حقیقت کس کو معلوم نہیں؟ ترکوں نے جو کچھ کیا برقع اور ضرورت دیکھ کر کیا وہ مجبور تھے کہ جنگ میں شریک ہوں۔ اور جرمنی کے حلیف کی حیثیت سے شریک ہوں +

افتدائی تحریک اہم بیان کر چکے ہیں کہ جنگ سے پہلے ہی شام عراق اور فلسطین میں ایک وسیع انقلابی تحریک نشوونما پا رہی تھی۔ اگرچہ شریف حسین اور شام فلسطین کے مصلحین کی جیسا سازیلوں کے تفصیلی تذکرہ کا یہ موقع نہیں۔ لیکن مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اجمالی طور پر بعض اہم امور بیان کر دیئے جائیں۔ تاکہ دنیا پر کم از کم یہ تو واضح ہو جائے کہ بغاوت عرب کے سلسلہ میں ترکان احرار پر جو الزامات لگائے جا رہے ہیں ان میں صداقت کس قدر ہے +

شام اور فلسطین میں جو لوگ ترکوں کے خلاف سازشیں کر رہے تھے۔ ان میں

امیر غزا جزائری۔ ڈاکٹر غیب الرحمن۔ قود علی۔ امیر عادت اتھابی۔ شعیب بے المویہ شکرچی۔

عبدالوہاب۔ توفیق بے۔ عبد الحمید الزیراوی۔ عبد العفی عرلسی خصوصیت سے قابل

ذکر میں۔ عبد الکریم الحلیل ان کا سرگروہ تھا۔ جمال پاشا ۱۹۱۴ء کے اواخر میں شام و فلسطین کے عامل مقرر ہو کر دمشق پہنچے۔ وہ ایک نکتہ رس اور بیدار مغز بزرگ تھے۔

ان لوگوں کے تیمور دیکھ کر انہوں نے فرما ان کے عزائم پر اطلاق حاصل کرنی۔ وہ

اگر چاہتے تو تشدد سے اس فتنہ کو دبا سکتے تھے لیکن جمال پاشا اور دوسرے

نوجوان ترک وطنی تحریکوں کے حامی تھے۔ اور ان کے نزدیک ہر قوم کو یہی حق حاصل تھا کہ اپنے لئے کامل خود مختار حکومت کا مطالبہ کرے۔ اس لئے انہوں نے ان دینیان و طینت کا حوصلہ بڑھایا۔ اور ان کے جلسوں اور مظاہروں میں خود شریک ہوتے رہے۔ لیکن ان بد بختوں نے پاشائے مصوف کے احسانات کی قدر نہ کی۔ جب الکیریم الجلیلی بظاہر تو یہ کتھا تھا کہ شام و فلسطین کے شجاع عرب ایسی نازک ساعت میں خلیفۃ المسلمین کے وفادار رہیں گے۔ اور ایک خاص مجلس میں اپنے رفقا سمیت حلفِ وفاداری اٹھا چکا تھا لیکن دراصل ترکوں کے خلاف برا بر سازشیں ہو رہی تھیں اور اباب شر و فساد سیدون اور طائر کے اضلاع میں بغاوت برپا کرنے کی تیاریاں کر رہے تھے۔ جون ۱۹۱۵ء میں جمال پاشا کو اطلاع ملی کہ شام میں بغاوت کا فتنہ سر اُبھارا جا رہا ہے۔ انہوں نے دیکھا کہ اصلاح کی تمام باتیں مسدود ہو چکی ہیں۔ تو عبہ الکیریم اور اس کے رفقاء کی گرفتاری کے احکام صادر کر دیئے +

سازش کا انکشاف | اب عجیب عجیب راز کھلے۔ کئی دستاویزیں پیش ہوئیں جن سے معلوم ہوا کہ بغاوت کی ساری نکت و پزیر ہو چکی تھی۔ ایک اور اطلاع یہ بھی ملی کہ شام کے عیسائی اس ملک میں فرانسیسی حکومت قائم کرنا چاہتے ہیں۔ عرب یہ سن کر بے حد برا فروختہ ہوئے اور شام و فلسطین کے تمام عیسائیوں کو تہ تیغ کرنے کا ارادہ کر لیا لیکن جمال پاشا کے حسن تدبیر نے ملک کو خونریزی سے بچا دیا +

لے اگر عرب اس وقت ترکی کا ساتھ دیتے تو کیا عجب تھا کہ وہن پرست ترک شام و فلسطین، عراق اور حجاز کی عنان اختیار ہوں گے سہرہ کر دیتے +

عبدالکریم الحلیلی کی گرفتاری نے سادھیوں کی کمزوری جماعت مصلحین کے ارکان جہاں جہاں موجود تھے۔ گرفتار کر لئے گئے۔ لیکن اُس وقت تک کوئی ایسی دستاویز قبضہ میں نہیں آئی تھی جس سے شریف حسین کے ساتھ سادھیوں کا تعلق ثابت ہو سکتا۔ جمال پاشا تو اس قبیضہ میں اُلجھے ہوئے تھے۔ اور اُدھر شریف حسین مصر کے ہائی کمشنر سر نہری میگرہن سے گفت و شنید میں مصروف تھا۔ جنوری ۱۹۱۶ء تک یہ گفت و شنید مکمل ہو گئی +

**فیصل قسطنطنیہ میں** | اگر شام کے باغیوں کو اپنے ارادوں میں کامیابی ہوتی تو حسین شام میں بغاوت برپا ہوتے ہی اپنی خود مختاری کا اعلان کر دیتا۔ لیکن مشکل یہ پڑی کہ ادھر اتحادیوں کی فوجیں ورہ دانیال سے پسپا ہو رہی تھیں۔ اور اُدھر سازش ناما کام ہو چکی تھی۔ اس لئے کچھ دیر انتظار کرنا پڑا۔ اس تاخیر و تعویق کی ضرورت اس لئے بھی پیش آئی کہ شریف حسین ترکوں سے روپیہ اور سامان حرب حاصل کرنا چاہتا تھا۔ چنانچہ فیصل کو قسطنطنیہ بھیجا گیا۔ اُس نے خلیفۃ المسلمین کی بارگاہ میں حاضر ہو کر اپنی اور اپنے باپ کی وفاداری کا یقین دلایا۔ اور کہا کہ عرب کا بچہ بچہ خلافت اسلامیہ کے تحفظ کی خاطر جان نثار کر دینے پر آمادہ ہے۔ یہ تدبیر کارگر ہوئی۔ اور فیصل نے تقریباً ساٹھ ہزار پونڈ نقد اور بہت سا ذخیرہ حرب حاصل کر لیا +

جن دنوں عبدالکریم الحلیلی۔ رضا بے وغیرہ کو سزائے موت دی گئی فیصل مشرق میں موجود تھا۔ وہ خائف تھا کہ کہیں اُن میں سے کوئی راز فاش نہ کر دے لیکن غیر گذری کہ کسی نے زبان تک نہ بلائی۔ کہا جاتا ہے کہ ایک مرتبہ جب ایک سادھی کو سزائے موت دی جا رہی تھی فیصل سے ضبط نہ ہو سکا۔ اور اُس نے جمال پاشا

کی جانب رخ کر کے کہا۔ آپ کو اس ظلم کا خیازہ بھگتنا پڑے گا؟ اس کی اس غیر معمولی جبارت نے پاشائے موصوف کو برا فروختہ کر دیا۔ اور اگر فیصل کے بعض درست جو استنبول میں اعلیٰ اہم دلوں پر مامور تھے۔ اس کی جفا سے معذرت کو کے معاملہ رفع دفع نہ کر دیتے۔ تو شاید اس کا بھی وہی حشر ہوتا جو ان سادشیوں کا ہو چکا تھا۔ لیکن اس روایت کی صحت محل نظر ہے چاہے پاشا نے اپنے تذکرے میں اس واقعہ کا کہیں ذکر نہیں کیا ہے

انور و جمال کے قتل کی سازش | فروری ۱۹۱۶ء میں انور پاشا اور جمال پاشا دینہ پہنچے فیصل آن کے ہمراہ تھا۔ اس سفر کی غرض و غایت یہ تھی کہ سوزی کی مہم میں شرکت کے لئے جو فوج جمع کی گئی تھی۔ اس کا معائنہ کریں۔ یہاں پانچ ہزار نہرو آماج تھے انور پاشا اور جمال پاشا نے اس فوج کا معائنہ کیا۔ انہیں کیا معلوم تھا کہ یہ تلواریں جن کی تابش دیکھ کر ہم خوش ہو رہے ہیں۔ ترکوں کے خون سے اپنی پیاس بجھائیں گی؟ شریف حسین نے انکے اعزاز میں ایک ضیافت دی اور اپنی کامل وفا داری کا یقین دلایا۔ اور عرب کے بعض شیوخ میں یہ مشورہ ہو رہا تھا کہ انور و جمال کو تلوار کے گھاٹ اتار دیا جائے۔ اسی رات کو چند اکابر فیصل کے پاس یہ تجویز لے کر پہنچے۔ فیصل نے جواب دیا تجویز تو مقبول ہے۔ لیکن عرب جسے اپنی مہمان نوازی پر فخر ہے۔ دنیا کو کیا منہ دکھائے گا؟

لے جمال پاشا مرحوم کا تذکرہ جو دراصل مرحوم کا روزنامہ ہے۔ پہلے ترکی زبان میں شائع ہوا۔ علی احمد شکاری نے اسے عربی میں منتقل کیا۔ اس کا ترجمہ انگریزی میں بحسب کپنی لے شائع کیا



شریف حسین کا پیغام | اور پاشا والہس قسطنطنیہ پہنچے تو شریف حسین کا ایک ناراض ہوا جس کا مفہوم یہ تھا کہ ترک سے کچھ تک میری حکومت تسلیم کر لی جائے۔ اور جماعت مصلحین کے جو ارکان قید ہیں۔ انہیں فوراً رہا کر دیا جائے۔ اس تار نے شریف حسین کے عزائم کو بالکل بے نقاب کر دیا تھا۔ لیکن فیصل نے گڑبڑا کر کہا کہ اس بارہ میں یقیناً کوئی غلط فہمی ہوئی ہے۔ چنانچہ اس تار کا جواب یہ دیا گیا کہ خود مختاری کے مطالبہ کا یہ وقت نہیں فیصل نے مئی میں مدینہ مراجعت کی۔ جمال پاشا اگر چاہتے تو اسے نہ جانے دیتے۔ لیکن جب اس نے اجازت طلب کی تو انہوں نے فوراً درخواست منظور کر لی۔ لیکن ساتھ ہی اپنے ایک انسر فتوہ دے سے کہہ دیا کہ فیصل جاتے ہی گھل کھلائیگا۔ اور عرب میں بغاوت برپا ہو جائے گی۔ آخر یہی ہوا اور ہرجون کو مدینہ کے شمال میں ریلوے لائن پر حملہ کر دیا گیا۔ غرض کہ یہ سب شریف حسین اور اس کے رفقاء کی جیلہ سازیوں کی مختصر داستان جسے مغربی مصنفوں کی رنگ آمیزیوں نے کچھ کچھ بنا دیا ہے +

بغاوت کا اعلان | شریف حسین نے ۲۴ جون ۱۹۱۶ء کو اپنی خود مختاری کا اعلان کیا۔ یہ اعلان ترکوں کے گناہوں کی ایک طویل فہرست پر مشتمل تھا کہیں ترکوں کے مفروضہ الحاد کی داستان تھی۔ کہیں استغفار شریعت کا افسانہ تھا۔ کہیں انجمن اتحاد و ترقی کے ارکان کی بے اعتدالیوں کا ذکر تھا۔ اور کہیں شام اور فلسطین کے آن افسرار کا ماتم تھا جنہیں جمال پاشا نے سزائے موت دی تھی۔ اس پیر زمین گیر نے اپنے اعلان میں دنیا کو یہ یقین دلانے کی کوشش کی تھی۔ کہ ترکوں کی۔ یہ عنوانیاں حد سے بڑھ گئی ہیں اور اب اصلاح کے تمام دروازے بند ہو چکے

+ بی

فیصل کا خیال تھا کہ وہ چند گھنٹوں میں مدینہ پر قبضہ کر لے گا۔ لیکن یہ امید  
برنہ آئی۔ اُس نے مدینہ پر نہایت بے جگری سے حملہ کیا۔ لیکن عین معرکہ میں ایک  
قبیلہ کے پاؤں اکھر گئے۔ اُس کا بھاگنا تھا کہ ساری فوج بھاگ نکلی۔ اور فیصل  
کو اپنے کیمپ میں جو مدینہ سے مغرب کی جانب تھا پناہ لینی پڑی +

مکہ معظمہ اور جدہ پر حملے [اُدھر مکہ معظمہ میں شریف حسین نے ترکوں پر حملہ کر کے قلعہ  
پر قبضہ کر لیا۔ ترک نہایت شجاعت سے لڑے اور سب کے سب کٹ مے  
حیرت ہے کہ شریف حسین نے با اینہمہ اُدھائے اسلام پرستی۔ اس معرکہ میں  
بے حد قسارت قلبی کا ثبوت دیا۔ ترکوں کا خون نہایت بے دری سے بہایا  
گیا اور ترک قلعہ دار کی نقش کو اس دیوار مقدس کے گلی کوچوں میں گھسیٹا گیا۔  
موت و قلم ہمیشہ اُن مظالم کا ماتم کرتا رہیگا۔ جو ترکوں پر اس بلد آمن میں توڑے  
گئے! اور اسلام کا مجد شرف ہمیشہ اس واقعہ پر نوحہ گزر رہے گا۔ کہ حرم پاک  
میں جہاں ہر ذی حیات کو امان دیا جاتی ہے۔ فرزند ان توحید کو امان نہیں دی  
گئی۔ ۷

پائی نہ تیغ عشق سے ہم نے کہیں پناہ

قرب حرم میں بھی ہیں تو قربانیوں میں ہم

جدہ پر عربوں نے پانچ دن کے مختصر عرصہ میں قبضہ کر لیا۔ لیکن اس فتح مندی  
میں حسین کے مسیحی حلیف برطانیہ کی اعانت بھی شریک تھی۔ کپتان بائل کی سر  
کردگی میں پانچ انگریزی جہاز بھجوا دیے گئے تھے۔ عربوں نے قبضہ کی سے حملہ کیا۔

انگریزی جہازوں نے سمندر سے گولہ باری کی۔ تاریخ میں یہ اپنی نوعیت کا پہلا واقعہ ہے۔ اس سے پہلے کسی مسیحی سلطنت کو اس طرح عرب کے امن و سکون میں خلل انداز ہونے کی جرأت نہیں ہوئی تھی +

مدینہ سے بیابانی | فیصل مدینہ کے باہر مٹیخانہ غائر حرب کا انتظار کر رہا تھا۔ اُس نے کئی قاصد رات بچھے۔ لیکن انگریزوں نے صرف کچھ رنگ خوردہ جاپانی بندوقیں بھیج دیں۔ انگریزوں نے انہیں دنوں بغیر جمع کے فوجی استحکامات پر قبضہ کر لیا۔ فیصل انگریز کرنیل سے جو اس دستہ کا افسر تھا۔ ملا اُس نے کچھ توہین دے کر فیصل کی اشک شوئی کر دی +

فیصل نے پھر مدینہ پر حملہ کیا۔ لیکن ترکوں کے سامنے ایک پیش نہ گئی۔ وہ بڑی بڑی امیدیں لے کر آگے بڑھتا تھا اور ترکوں کی شجاعت کی چٹان سے ٹکرا کر عجز و رماندگی کے احساس کے ساتھ پیچھے ہٹ جاتا تھا فیصل دل شکستہ ہو گیا۔ قبائل آہستہ آہستہ اُس کا ساتھ چھوڑ رہے تھے۔ روہیہ اور سامان حرب کی کمی تھی۔ اور اس عرصہ میں اُسے شدید نقصان اٹھانا پڑا تھا۔ شریف حسین مکہ میں تھا۔ عبداللہ بھی اُس کے پاس تھا۔ اور علی اور زید مانع میں تھے۔ آخر فیصل بھی حوالی مدینہ سے پسپا ہو کر ساحل کے قریب پہنچ گیا لیکن اہل قبائل کا ایک دستہ ترکوں کی چوکیوں پر حملے کرتا رہا۔ حملہ و دفاع کا یہ سلسلہ جاری تھا کہ یکایک صحرائے عرب کی غیر محدود دست سے ایک پراسرار جنبی نمودار ہوا جس نے آتے ہی جنگ کا نقشہ بدل دیا۔ یہ شخص لارنس تھا جس کے کارناموں کا تفصیلی تذکرہ ہمارا مقصود اصلی ہے +

لارنس بحیرہ قلزم کے ساحل پر ایک بندرگاہ ہے +

# پانچواں باب

## ٹامس ایڈورڈ لارنس

ٹامس ایڈورڈ لارنس کی ولادت مشرق وسطیٰ میں بقیام ٹریسٹڈگ ہوئی جو شمالی ویلز میں واقع ہے۔ اس کا باپ ٹامس لارنس آرٹس نسل سے تھا۔ اور اس کی ماں جو کچھ عرصہ سکس دیون سچی کی تبلیغ کرتی رہی ہے۔ ایک انگریز خاتون۔ لارنس کے سوانح نگار ٹامس لامل نے اس کے نام و نسب کے متعلق بعض عجیب و غریب غلط بیانیوں کی ہیں۔ مثلاً وہ لکھتا ہے کہ سر جان لارنس اور سر مہری لارنس جو در ۱۸۵۷ء کے سلسلہ میں شہرت حاصل کر چکے ہیں۔ لارنس کے اجداد میں تھے۔ لیکن یہ قطعاً غلط ہے۔ خود لارنس اور اس کے دوسرے سوانح نگاروں نے اس کا ذکر نہیں کیا۔ لارنس کا باپ ایک معمولی شخص تھا۔ جسے کوئی خاص عزت یا وجاہت حاصل نہیں تھی۔ تعلیم لارنس کی تعلیم مختلف مکاتب میں ہوئی۔ اس نے اپنی ابتدائی عمر کا کچھ عرصہ نیوسکاٹلینڈ میں بسر کیا کچھ فرانس اور ہپ شائیر میں تعلیم کے ابتدائی مراحل طے کرنے کے بعد وہ آکسفورڈ کے چیزز کالج میں داخل ہو گیا۔ انگلستان کا ایک اہل قلم بارٹ گریوز جس نے اس کے سوانح حیات نہایت شرح و بسط سے لکھے ہیں لکھتا ہے



کہ لارنس کو مبدع و فیاض نے ملی ذوق عطا کرنے میں نہایت فیاضی سے کام لیا تھا وہ تعلیم سے غیر معمولی شغف و اہتمام رکھتا تھا۔ کالج میں داخل ہونے سے پیشتر ہی اُس نے عربوں اور ترکوں کے متعلق کافی ذخیرہ معلومات فراہم کر لیا تھا۔ اوپر اکثر اوقات اُس کے قلب میں یہ خواہش پیدا ہوتی تھی کہ اسے کاش عربوں کو ترکوں کے خلاف علم بغاوت بلند کرنے پر آمادہ کیا جاسکتا!

سیاحت لارنس کو اپنے امتحان کے سلسلہ میں ایک مقالہ لکھنا تھا۔ مقالہ کا موضوع تھا ”قرون وسطیٰ کے فرنگستانی فن تعمیر پر حروب صلیبیہ کے اثرات“ انگلستان اور فرانس کی وہ تمام جہاتیں جو قرون وسطیٰ کی یادگار ہیں۔ اُس کی نظر سے گزر چکی تھیں۔ ۱۹ ویں اُس نے صلیبی ہر دہائیوں کے آثار باقیہ کا معائنہ کرنے کی غرض سے شام اور فلسطین کا سفر اختیار کیا۔ اس مقصد کے لئے اُس نے ٹوٹی ہوئی عربی سیکھ لی تھی۔ اُس کی ساری کائنات ایک کیمرے پر مشتمل تھی۔ اُس کی حیرت انگیز جزأت اور بے باکی کا ثبوت اُسی وقت سے ملنا شروع ہو گیا تھا جبکہ اُس نے اس کم مانگی اور بے سرو سامانی کے عالم میں فلسطین اور تیسریا کا پیادہ سفر کیا۔ وہ چند سے ہوتا ہوا کوہستان طارس تک چلا گیا۔ وہ قریہ قریہ اور شہر شہر گھوم کر حروب صلیبیہ کے زمانہ کے آثار کا معائنہ کرتا تھا۔ اور یادیں نشیں عربوں کی همان نوازی کی بدولت اُسے طعام و قیام پر کچھ صرف بھی نہیں کرنا پڑتا تھا۔ شام میں ایک ترکمان نے اُس پر قاتلانہ حملہ کیا۔ اور اُسے مجروح کر کے اُس کی جیب سے گھڑی نکال کر لئے گیا۔ اس حادثہ کے بعد اُس نے عربوں کی ایک قریبی بستی میں رات گزاری۔ یہ لوگ اس قدر نیک اور همان نواز تھے کہ انہوں نے چور کو مال مسروقہ سمیت لارنس کے سپرد کر دیا۔

ہیں پہلی مرتبہ لارنس کو صحرائے عرب کی عظمت کا احساس ہوا۔ وہ ایک پرانے قلعہ کے کھنڈروں کا معائنہ کر رہا تھا کائنات کے عرب بدقہ نے اسے یاسین اور بنفشہ کے پھول دکھائے۔ جن کی نکلت سے روح بالیدہ موتی تھی۔ اور پھر فرید و درگ زار پر نظر ڈاکر کہا "صحرائے عرب کی ہوا میں جہاز لگی اور نکلت ہے۔ وہ یاسین اور بنفشہ میں کہاں؟"

لارنس چار ماہ کی مختصر سیاحت کے بعد گھڑ لوٹا تو شام کی ایک اور دعوت کو اپنا منتظر پایا۔ یعنی میگڈلین کالج نے اسے آثار قدیمہ کی تحقیق و ترقی کی غرض سے چار سال کے لئے ولیفہ دینا منظور کر لیا۔ اور وہ پھر فرات کی شاداب اویں میں پہنچ گیا۔ جہاں ڈاکٹر ہوگر تھ کی نگرانی میں ایک قدیم شہر کے آثار کی کھدائی ہو رہی تھی۔ یہ کام اس کے ذوق و وجدان سے خاص مناسبت رکھتا تھا۔ اس لئے وہ ۱۹۱۱ء سے آغاز جنگ عمومی تک شام میں رہا۔ ۱۹۱۵ء میں ڈاکٹر ہوگر تھ کی جگہ ایک اور انگریز ماہر آثار قدیمہ یونار ڈوڈ کی نام نے لے لی۔

بعد ازیں اس زمانہ میں قسطنطنیہ سے بغداد تک ریلوے کی تعمیر ہو رہی تھی۔ جرمن انجینئریا نے فرات پر ایک پل بنوا رہے تھے۔ لارنس کے پردہ بصیرت پر مستقبل کے واقعات کا نقشہ کھینچ چکا تھا۔ اور وہ جانتا تھا کہ مشرق میں جرمنوں کی مداخلت خالی از علت نہیں۔ چنانچہ اس نے لارڈ کچنر کی خدمت میں حاضر ہو کر کہا کہ اسکندریہ کو جرمنوں کے قبضہ میں کیوں دیدیا گیا ہے؟ کیا آپ کو معلوم نہیں کہ دوسری جنگ عظیم ۱۹۱۴ء میں برلن کے رُوس سے اسکندریہ جرمنوں کے قبضہ میں چلا گیا تھا۔

۱۹۱۵ء دوسری جنگ عظیم کا مشہور مدبر محمد زکریا کی وزارت خفیہ کے عہدہ پر سر فرزند لارڈ لارنس نے

ایک مرتبہ کہا تھا کہ ”اس بندرگاہ پر امن عالم کا دار و مدار ہے“

لارڈ کچنر نے جواب دیا کہ ”میں تو بار بار توجہ دلا چکا ہوں۔ لیکن مسیخہ خارجہ کو اس کی کوئی پروا نہیں۔ دو سال میں ایک عالمگیر جنگ پھرنے والی ہے۔ میں یا تم اسے نہیں روک سکتے۔ جاؤ اپنا کام کرو۔“

جرمنوں سے لارنس کو نفرت تھی۔ اُس کی زندگی کے اس عہد میں ایسے متعدد واقعات ملتے ہیں۔ جن سے اس کو تقویت ہوتی ہے۔ وہ ہمیشہ جرمنوں کو چھیڑتا رہتا تھا۔ اور بعض مرتبہ تو آپس میں لڑائی ہوتے ہوئے رہ گئی۔ جرمن انجینروں کے غیر دانشمندانہ طریق عمل نے خود اُن کے عرب اور گروہ مزدوروں کے اندر اضطراب پیدا کر دیا تھا۔ کئی مرتبہ ہنگامہ و فساد تک فوجت جا پہنچی۔ لارنس ایسے مواقع پر ہمیشہ ضرور ہٹا ساتھ دیا کرتا تھا۔ اور اُس کی یہ مداخلت جہاں اُسے عربوں اور کردوں میں ہر دو عزیز بنا رہی تھی۔ وہاں جرمنوں کے لئے اُس کا وجود مسلسل اور پیہم پریشانیوں کا باعث بنا ہوا تھا۔ کسی اجنبی قوم میں قبول و رسوخ حاصل کرنے کے لئے اُس کے قومی خصائص

آداب معاشرت اور روایات کا مطالعہ ضروری ہے۔ لارنس نے یہاں رکہے عربوں کی زندگی کے ہر پہلو کو فکر و غور کی روشنی میں دیکھا۔ اور اُس پر جہاں یہ راز کھل گیا کہ عرب ایک سیدھی سادی قوم ہے۔ جو ہر شخص پر اعتماد کر لیتی ہے۔ جسے اُن کی روایات سے ہمدردی ہو۔ وہاں اُسے یہ بھی معلوم ہو گیا۔ کہ اُسکی اپنی

(حافضہ صفحہ ۲۹) وہ عام طور پر لارڈ بیکنسفیلڈ کے نام سے مشہور ہے۔ اور انگریزی زبان کے بہترین افسانہ نگاروں میں سمجھا جاتا ہے۔ انگریزوں کی گردن ہمیشہ اُس کے احسان سے خم زدگی کہ اُس کے تدبیر کی بدولت نرسوزبر عانی حیض اقتدار میں آئی۔

فطرت میں بعض ایسی قومیں پوشیدہ میں جنہیں اگر صحیح طور پر استعمال کیا جائے۔  
تو بہت بڑے کارنامے انجام دیئے جاسکتے ہیں۔ عربوں میں جو اس نے قبول عام  
معاملہ کر لیا تھا۔ اُس کا اندازہ ذیل کے واقعہ سے ہو سکتا ہے:-

مس گرٹروڈیل | اس وقت جتنے انگریز گھرائی کے کام پر مامور تھے۔ ان میں صرف  
لارنس ہی ایسا تھا جو ابھی ازدولج کی زنجیروں میں اسیر نہیں ہوا تھا۔ اتفاق یہ کہ  
اُن دنوں مشہور سیاح عورت مس گرٹروڈیل جو صحرائے عرب میں عرصہ تک رہی ہے  
اس گاؤں میں وارد ہوئی۔ اہل قریہ نے مس جل کے درود سے یہ نتیجہ نکالا کہ  
وہ لارنس کی فوسوبہ ہے۔ اور اُس سے شادی کے لئے آئی ہے۔ چنانچہ  
سارے محلوں میں خوشیاں منائی گئیں۔ مس جل کا قیام نہایت مختصر تھا۔ وہ جب  
شام کو رخصت ہونے لگی۔ تو گاؤں والوں نے یہ سمجھا کہ مس جل نے لارنس کو پسند  
نہیں کیا۔ اور وہ اس کی زینہ حیات بننے پر آمادہ نہیں۔ چنانچہ اس محلوں کی  
ساری عرب آبادی اس غرض سے جمع ہو گئی کہ اس "افرنجیہ" کو نہ جانے دیا جائے۔  
اگر لارنس بملاقات اہل اہل آہیں روک نہ دیتا۔ اور مس جل کی رخصت کی کوئی اور تاویل  
نہ کر دی جاتی۔ تو وہ یقیناً اُسے محلوں سے باہر قدم نہ رکھنے دیتے +

آخر صحرا کی اس پُر سکون زندگی کا خاتمہ ہو گیا۔ جنگ کی آگ اپنی تمام  
شعلہ سامانیوں کے ساتھ بھڑک اُٹھی۔ اور لارنس نے محسوس کیا کہ اب ملی تحقیق و  
تدقیق کے بجائے اُسے جنگ کے رد و برق میں اپنے ذوق کی پذیرائی کا سامنا  
ملاش کرنا پڑے گا۔

# پچھٹا باب

## لارنس ایک جاسوس کی حیثیت میں

لارنس نے جب فوج میں بھرتی ہونے کی خواہش ظاہر کی۔ تو طبی مجلس  
متمنہ کے افساد ارکان نے اُس کا قدم قامت اور ڈیل ڈول دیکھ کر جواب دیا۔  
”ہمیں صاحبزادے! تم ابھی آگ اور خون کی ہولی کھیلنے کے قابل نہیں۔ گھر  
چلے جاؤ اور دوسری جنگ کا انتظار کرو“

اُس نے تین مختلف مقامات پر فوج میں شامل ہونے کی کوشش کی۔  
اور ہر جگہ تقریباً انہیں الفاظ سے اُس کے والہانہ اشتیاق کی پذیرائی کی گئی۔  
اگر ان لوگوں سے اُس وقت کہا جاتا کہ آج سے چار سال بعد بھی اُس کا  
دشمن میں ایک فاتح کی حیثیت سے داخل ہو گا۔ اور ساری کد سچی دنیا اُس کے  
کارناموں کے ذکر سے گونج اٹھیں گی۔ تو وہ یقیناً اسے مجذوب کی بڑے زیادہ  
اہمیت دیتے۔

لارنس فوج میں بھرتی تو نہ ہو سکا۔ لیکن تھوڑے دنوں میں ہی اُسے  
برطانیہ کے سینہ خضم میں لے لیا گیا۔ محارمے عرب کے متعلق اُس کا علم وسیع تھا۔



عربوں کے رسم و رواج۔ اور فطری رجحان کا مطالعہ یا معائنہ نظر کر چکا تھا۔ اور اس بازار میں اسی متاع کی قدر تھی۔ اس کا وجود صنیعہ خفیہ کے لئے مفید ثابت ہوا۔ اور وہ علم جو اُس نے عربوں اور ترکوں کی مہمان نوازی کی بدولت حاصل کیا تھا عربوں اور ترکوں کو تباد کرنے کے کام آیا +

پڑا لڑا حال ابرہہ کے صنیعہ خفیہ کے اندرونی حالات کس کو معلوم ہیں؟ ہماری اطلاعات کا ماخذ وہی کتابیں ہیں جن کے نقوش انگریزی معنیوں کے قلم کے رہیں منت ہیں۔ لیکن ان کتابوں میں صنیعہ خفیہ کے تمام کارنامے کہاں؟ بہتیرے واقعات ایسے ہیں جو دنیا کو نہیں بتائے گئے۔ اور شاید کبھی نہیں بتائے جائیں گے۔ لیکن جو کچھ بتایا گیا ہے۔ وہ بھی غنیمت ہے۔ کم از کم ہم لارنس کو نہر سبیل میں سفر کرتے تو دیکھ سکتے ہیں۔ یہ اذربات ہے کہ ہمیں اُس کے مقاصد اور سفر کی تمام تفصیل معلوم نہیں، پھر یہ شخص ہمیں مصر کے مغربی علاقہ میں جہاں شیخ سنوسی اور ان کے تبعین آباد ہیں عربی لباس پہنے دکھائی دیتا ہے۔ لیکن اُس کے عزائم ہماری نگاہ سے پوشیدہ ہیں۔ کہتے ہیں کہ وہ ان انگریزوں کا سراغ لگانے گیا تھا جنہیں عربوں نے گرفتار کر کے اسیر زندان کر رکھا تھا۔ اس کے بعد اُسے ہم یونان کے پایتخت ایتھنز میں دیکھتے ہیں۔ وہ وہاں آیا کرنے گیا تھا؟ اس سوال کے جواب میں تمام مغربی تذکرہ نگاروں کا قلم خاموش ہے +

زمانہ جنگ میں جن فساد عربوں نے ترکوں کے خلاف فلسطین۔ عراق اور شام میں سادشیں کیں۔ ترکی افواج کی نقل و حرکت کی اطلاع انگریزوں اور فرانسس کو دیتے رہے۔ ان میں بڑے بڑے صاحب جہت و مقام شیوخ تھے۔ ان لوگوں کو

لارنس کے توسط سے ہدایات ملتی تھیں۔ اسی کی معرفت روپیہ دیا جاتا تھا غرض کہ لارنس اپنی استعداد خاص کی بدولت تھوڑے دنوں میں ہی ان عرب جاسوسوں کا سردار بن گیا جو تاجاز مقدس سے ایٹانے کو چمک تک پھیلے ہوئے تھے +

انہیں وہ توں لارنس کو مصر کی خفیہ سیاسی مجالس کا سراغ لگانے کے لئے مقرر کیا گیا۔ ہم نہیں کہہ سکتے کہ لارنس نے اصول مقصد کے لئے کیا طریقے اختیار کئے لیکن میں اس قدر بتایا گیا ہے کہ اس مقصد میں بھی اُسے کامیابی ہوئی۔ دنیا میں قداروں کی کمی نہیں۔ ہر مجلس۔ ہر ادارہ۔ ہر حکومت میں ایسے لوگ موجود ہوتے ہیں جو چند روپوں کے عوض اپنی قوم و وطن کے بہترین مقاصد کو فروخت کر دیتے ہیں کوئی باک نہیں کرتے۔ ان مجالس میں بھی ایسے لوگ تھے۔ لارنس ان سے ملا اور معاملہ طے ہو گیا۔ ضمیر کا منہ چھکا یا گیا۔ قدارہ کی قیمت ادا کر دی گئی۔ اور لارنس کو ان مجالس کے تمام ارکان کے نام معلوم ہو گئے +

یہ مرحلہ طے ہو گیا۔ تو لارنس کو کچنر کی بارگاہ میں لارنس کا اعتبار بھی فزون ہوا اور اسے خاص احترام کی نظر سے دیکھا جانے لگا +

میسر پوٹیمیا میں یہ وہ زمانہ ہے کہ جنرل ہارڈن کے قتل کے بعد ان کے محلہ میں محصور ہو چکا تھا۔ اور یہ ایٹانہ تھا کہ ترک قتلہ ہارڈن پر قبضہ کر لیں۔ لارنس نے چاہا کہ قتلہ ہارڈن کی ترکی فوج کے ساتھ جنرل ہارڈن کے پاس سے کھینچ کر ان کو نجات دلائی جائے۔ اس مقصد کے لئے وہ نے ایک منصوبہ تیار کیا۔ اس میں ہارڈن نے لگی تو نگاہ انتخاب لارنس پر پڑی۔ چنانچہ انہوں نے لارنس کو اس منصوبہ میں حصہ دینے کا حکم دیا گیا +

لارنس دواؤں کے ساتھ ساتھ اپنے ہاتھوں سے اٹاٹاٹوری پاشا

کی خدمت میں حاضر ہوا۔ مصر میں وہ نہایت معمولی قیمت پر عربوں کے ضمیر خرید چکا تھا۔ اُسے اپنی ساحرانہ قوتوں پر پورا اعتماد تھا۔ لیکن اُس کے سارے ترغیبی حربے بیکار ثابت ہوئے۔ انگریز سمجھے تھے کہ جنرل نوری پاشا روپیہ لے کر قلعہ کے محاصرہ سے دست بردار ہو جائیں گے۔ نوری پاشا نے اس کا وہی جواب دیا جو ایک بہادر ترک دے سکتا ہے یعنی لارنس کی پیشکش بکمال حقارت مسترد کر دی گئی +

میسو پوٹیمیا کی بطلانی فوج کا تعلق براہ راست حکومت ہند سے تھا۔ اور اگرچہ لارڈ کچنر کو سپر سالار اعظم بریتانوی حیثیت سے اس فوج پر اختیار حاصل تھا۔ لیکن بعض معاملات میں اُسے حکومت ہند کی خواہشات کو ملحوظ رکھنا پڑتا تھا۔ لارڈ کچنر کی خواہش تھی کہ میسو پوٹیمیا کی خلیج مجالس کے توسط سے اس ملک میں ترکوں کے خلاف بغاوت کرا دی جائے۔ تاکہ برطانیہ کو جنگ کے دیوتا کی قربان نگاہ پر جانوں کی نذر نہ چرمانا پڑے۔ اور اُسے یقین تھا کہ اگر اس سرزمین کے تمام قبائل اٹھ کھڑے ہوں۔ تو جانی اور مالی نقصان کے بغیر انگریزوں کا علم اقتدار بغداد پر لا سکتا ہے۔ لیکن حکومت ہند کو اندیشہ تھا کہ اگر عربوں کی خلیج مجالس سے استمداد کی گئی۔ تو ممکن ہے کہ یہ ملک انگریزوں کی حمایت و حفاظت کی نعمت سے محروم ہو جائے یعنی وطن پرست عرب اس سرزمین میں آزاد اور مطلق العنان سلطنت قائم کر لیں چنانچہ اسی خیال کے پیش نظر ہندوستان سے ایک فوج بھیجی گئی۔ لیکن اس فوج نے متواتر شکستیں کھائیں اور بالآخر وہ قلعہ العمارہ میں محصور ہو گئی +

لارنس جنرل نوری پاشا سے ملاقات کر کے لخواہ اُس نے چاہا کہ دریائے فرات کی وادی میں جو قبائل آج بھی انہیں ترکوں کے خلاف براہِ نکتہ کیا جائے۔

۔ تاکہ قضاہ گارہ کے محاصرے کا تعلق ترک فوج سے منقطع ہو جائے۔ اور اسے  
سامان حرب نہ پہنچ سکے۔ لیکن حکومت ہند کی حکمت عملی اس کے خلاف تھی۔  
اس لئے لارنس کو مجبوراً قاہرہ پلٹ آنا پڑا۔ وہ قاہرہ پہنچا ہی تھا۔ اطلاع ملی  
کہ قحط پر ترکوں نے قبضہ کر لیا +

یہ وہ زمانہ ہے۔ جبکہ شریف حسین ترکوں کے خلاف بغاوت کا اعلان کر  
چکا تھا۔ ترک ہر جگہ اتحادی فوجوں کو پے درپے شکستیں دے چکے تھے۔  
درہ دانیال سے انگریزی فوجیں نہایت شاندار طریق پر پیچا ہو چکی تھیں۔ قضاہ گارہ  
کی انگریزی فوج بالکل بیکار کردی جا چکی تھی۔ شریف حسین کو خطرہ تھا کہ بغاوت  
کامیاب نہیں ہوگی۔ اور اس کا وہی حشر ہوگا۔ جو غداروں کا ہو ا کرتا ہے۔ اس نے  
بار بار انگریزوں سے مدد کی التجا کی لیکن مصر کی برطانی افواج میں اتنی ہمت نہیں  
تھی۔ کہ شریف حسین کو بھی مدد دے سکیں +

لارنس عرب کی بغاوت میں حصہ لینے کے لئے بیتاب تھا۔ لیکن اسے  
اجازت نہیں دی۔ چارناچار اس نے درخواست کی۔ کہ مجھے بس دن کی  
خصت دی جائے۔ کیونکہ میں بحیرہ قلزم کے ساحل پر امن و سکون کی سائیں  
بسر کرنا چاہتا ہوں۔ درخواست منظور کر لی گئی۔ اتفاق یہ کہ سٹورس نام ایک افسر  
جس کا تعلق صیفہ خارجیہ سے تھا شریف حسین کے پاس کسی اہم غرض سے جا رہا  
تھا۔ لارنس اس کے ہمراہ چل پڑا +

لارنس اور لارنس کے تمام سوانح نگار یہی لکھتے ہیں کہ محاذ جنگ نے اسے بغاوت عرب میں حصہ لینے  
کے لئے نہیں بھیجا۔ وہ از خود بس دن کی خدمت لیکر سٹورس کے ہمراہ عربستان میں چلا آیا +

۔ وائلی سے تھوڑی دیر قبل لارنس کو معلوم ہوا۔ کہ اُسے جاسوسی کے محکمہ سے  
 ”صیفہ بغاوت عرب“ میں منتقل کر دیا گیا ہے۔ یہ ایک خاص صیفہ تھا جس کی خان  
 انتظام لارنس کے پرانے دوستوں لائڈ اور ہوگرتھ وغیرہ کے ہاتھوں میں تھی۔ یہیں  
 سے لارنس کی ان سرگرمیوں کا آغاز ہوتا ہے جن کی بدولت اُس نے غیر فانی شہرت  
 حاصل کر لی ہے +





# ساتواں باب

## لائس ایک شامی عرب کے لباس میں

لائس اکتوبر ۱۹۱۶ء میں جدہ پہنچا۔ عبداللہ جو آج کل شرق اردن کا فرمانروا ہے۔ جدہ کی محافظ فوج کا سالار تھا۔ اُس نے لائس کا استقبال کر کے اُسے جدہ کے ایوانِ حکومت میں لا اُتارا۔ طعام سے فراغت حاصل ہوئی تو شکوؤں کے دفتر کھل گئے۔ عبداللہ نے اتحادیوں کی بے اعتنائی اور اپنی بیجا ریگیوں کا ذکر چھیڑ دیا۔ اُس وقت حالت یہ تھی کہ مخالف پر عربوں کا قبضہ ہو چکا تھا۔ شریف حسین گمہ منظر میں تھا۔ فیصل مدینہ سے بسا ہو کر وادیِ صفرد میں پناہ گزین تھا۔ اور شریف کا بڑا بیٹا علی رابع میں ایک مختصر جمعیت کے ساتھ موجود تھا۔ لیکن بغاوت کا پہلا ساز و نسیم رہا تھا۔ قبائل بدول ہو رہے تھے۔ ترک آگے بڑھ کر رابع پر نشانِ فتح کاڑھ دینا چاہتے تھے +

فیصل سے ملاقات | لائس نے یہ داستان اپنی کتاب ”ریوولوشن ان دی ڈزرتین تہایت شرق و بسط سے لکھی ہے۔ اس وقت وہ ایک ایسے شخص کی جستجو میں تھا جو عرب کے تمام قبائل کو متحد کرنے کی اہلیت رکھتا ہو۔ اُس نے عبداللہ کی خصائص سیرت کا مطالعہ باعنوان نظر کیا۔ لیکن اُسے شرق اردن کے موجودہ فرمانروا میں یہ صلاحیت نظر نہیں آئی۔ دوسرے

دن وہ مائع پہنچا۔ علی اور زید سے ملا۔ وہ بھی اس استعداد سے محروم تھے۔ آخر اُس نے داؤدی سفرہ میں جا کر فیصل سے ملاقات کرنے کی اجازت طلب کی۔ علی نے اُسے اجازت دے دی۔ لارنس ایک طویل سفر کے بعد داؤدی سفرہ میں پہنچا۔ اُس نے اوتھین نظ میں معلوم کر لیا کہ اُسے جس چیز کی جستجو تھی۔ مل گئی یعنی اُسے یقین ہو گیا۔ کہ فیصل بغاوت کو کامیاب بنانے کی اہلیت رکھتا ہے۔ لارنس نے یہ واقعہ ان نظ میں بیان کیا ہے :-

”اندرونی کمرے کے اُس سرے پر ایک سیاہ دروازہ میں ایک شخص سفید لباس پہنے ہوئے میرا تھرا کر رہا تھا۔ میں نے اوتھین نظ میں محسوس کیا کہ یہی وہ شخص ہے جس کی جستجو مجھے عربستان میں کھینچ لائی ہے۔ یعنی یہی وہ قائد ہے جو بغاوت عرب کو پوری طرح کامیاب بنا سکتا ہے۔“

فیصل کے ساتھ ایک عرب سپاہی موجود تھا۔ وہ پہلے ترک فوج میں افسر تھا۔ مسو بوئیا کے کسی معرکہ میں اسیر ہو کر برطانی سپاہیوں کے ہاتھ آیا۔ اور اُسے اس شرط پر آزادی عطا کی گئی کہ وہ عرب باغیوں کے ساتھ مل کر ترکوں سے ایک چنانچہ فیصل کی فوج میں شامل ہو گیا۔

فیصل نے لارنس کو بغاوت کے تمام حالات بتائے۔ اور کہا کہ ترک ہماری چوکیوں پر تھوڑے فاصلے پر رہتے ہیں۔ لیکن جنگ کا آغاز دشنام و طعن سے ہوتا ہے۔ گولیوں کے بعد گولیاں چلتی ہیں۔ اور جنگ جھڑپاتی ہے۔ ترک پکار کھینچتے ہیں۔ اور گریز و اعراب یمن کے بے حد بدافروختہ ہوتے ہیں۔ اور جواب میں پکارتے ہیں۔ او

جرمنوں!

لارنس کی تقریر ارات کو مختلف قبائل کے شیوخ کی ایک مجلس مشاورت منعقد کی گئی۔ لیکن کسی کو نہیں بتایا کہ یہ ایشی جس کے خیالات سننے کے لئے انہیں دعوت دی گئی ہے۔ کوئی افرنجی الاصل سچی ہے۔ بلکہ لارنس کا تعلق ان الفاظ میں کرایا گیا۔ کہ یہ ایک شامی نوجوان ہے۔ جسے عرب کی حرکت و فنیہ سے بہرہ ور ہے جب تمام لوگ جمع ہو چکے۔ تو لارنس اٹھا۔ اور تقریر شروع کر دی۔ تقریر کا آغاز ان شامی باغیوں کے المناک ذکر سے ہوا۔ جنہیں قحطی کی پاداش میں سزائے موت دے دی گئی تھی۔ لارنس نے ان کا ذکر کر کے ایک کامیاب مشعل کی طرح سجدہ قیامت و اندوہ کا اہمار کیا۔ لیکن عربوں کی فطری شرافت کی بغاوت بھی نہیں دبا سکی تھی۔ مجمع سے جدا ہونے کے بعد اچھا ہوا ایسے قحطیوں کی ہی سزا تھی کہ ان کا ارادہ تھا کہ ان ترلوں کو شکست ہوتی۔ تو وہ افرنجی حکومت قبول کر لیں گے۔ لارنس نے ان کے فوجی کھلم سے یہ معلوم کر لیا کہ انہیں یہ خطرہ ہے کہ انگریز ترکوں کو شکست دے گا۔ اس ملک پر تصرف نہ کر لیں۔ چنانچہ اس نے انہیں سمجھایا۔ کہ جیسے فرانسیسیوں کو جن کے ملک میں انگریزی عساکر جرمنوں سے بیکار آزما رہے۔ انگریزوں سے اس قسم کا خطرہ نہیں۔ تو عربوں کو بھی بدگمانی نہیں کرنا چاہئے۔

عرب کی خود مختار سلطنت کا تصور بہت دافریب تھا۔ لیکن عرب کی بھی نہیں سننے ایک اور موقع پر لارنس نے اسی دلیل سے ایک عرب کو قائل کرنا چاہا تھا۔ لیکن وہ فوراً پتھر اٹھا۔ "کیا تو فرانس کو عرب کی متاع سرزمین سے تشبیہ دیتا ہے؟" دیکھئے "لارنس

اور عرب! حنفہ ماہرٹ گریوز \*

بھول سکتا تھا۔ کہ ترک بابیں ہمہ خاد و زندقہ مسلمان ہیں۔ ان کے خلاف تلوار اٹھانا اور مسیحوں سے اتحاد کرنا کیونکر درست ہو سکتا ہے؟ اس کا جواب یہ دیا گیا۔ کہ جب مسیحی مسیحوں کے خلاف تلوار اٹھانے میں کوئی تامل محسوس نہیں کرتے تو مسلمانوں کو بھی اپنے بروہنی مقاصد کی خاطر مسلمانوں سے بیکار آزما موئے میں بس پیش نہیں کرنا چاہئے +

غرض کہ انہیں نے اپنی خفیہ ہتھکڑی کی بدولت مجمع کو سچو کر دیا۔ عربوں کے اکثر شکوک رہ نہ ہو گئے۔ اور یہ شامی نوجوان خاص احترام کی نظر سے دیکھا جانے لگا +

فیدل کے ساتھ اٹھ سزا پائی تھے جن میں بیشتر کبستانی تھے۔ وہ اپنے شیوخ کے سوا اور کسی کی اطاعت نہیں کرتے تھے۔ شریف حسین اور اس کے فرزندوں کے مدبریں اس کو بھروسہ ہو سکتا کہ انہوں نے بعض ایسے قبائل کو جن کے امین صدیوں سے نزارا برداشتہ رہے تھے۔ تباہ کر دیا۔ تاہم یہ ایشیہ تھا۔ کہ انہیں بھروسہ پڑانا جذبہ عناد بیدار نہ ہو جائے +

پارسیوں عرب کے ساتھ کچھ نہ کر کے قاہرہ پہنچے۔ وہاں عربوں کی مخالفت کے مسئلہ پر پہلے ہی غور و خوض ہوا تھا۔ فارس نے قاہرہ کی برطانی افواج کے ساتھ اتحاد سے الگ کر کے بدعات عرب کے بعض حقائق سے آگاہ کیا۔ اور کہا کہ اگرچہ میں برطانی فوج بھیجی گئی تو اس کے نتائج چھتہ نہ ہوں گے۔ عرب اس سرزمین میں کسی چھٹی سلطنت کے مسا کر نہیں دیکھنا چاہئے۔ ان کے پاس کوئی سداں حرب بھیج دیا جائے۔ مدینہ اور یثرب کے رہن جو کوستانی علاقہ ہے۔ اس پر وہ چاہا

تصرف قائم رکھ سکیں گے + اور قاتلہ میں یہ فیصلہ ہو چکا تھا۔ کہ ایک فرانسیسی افسر  
 کی سرکردگی میں فوج کا ایک دستہ بھیج دیا جائے لیکن جب لارنس نے بتایا کہ  
 عربوں کی مذہبی روایات کا پاس ضروری ہے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ برا ذوق نہ ہو  
 اپنی بند و قول کا رخ انگریزوں کی جانب پھیر دیں۔ تو یہ ارادہ منسوخ کر کے فیصل  
 کی افواج کے لئے ذخائر حرب بھیجنے کا حکم نافذ کیا گیا۔ اور اس طرح لارنس نے  
 اتحادیوں کو ایک خونخوار غلطی سے بچالیا +





# آٹھواں باب

## الوجہ کی تسخیر

آخر اُس کا آفتاب بندر نگاہِ فیوٹوغ کے افق پر طلوع ہوا۔ یعنی اتحادیوں کا بھیجا ہوا سامانِ حرب آپہنچا۔ کپتان گارلینڈ کو جو ایک نہایت تجربہ کار انگریز فاسر تھا۔ عربوں کی فوجی تربیت کے لئے بھیجا گیا تھا۔ گارلینڈ انہیں ڈائنامیٹ اور دوسری آتشگیر اشیاء کا استعمال سکھاتا تھا۔ لارنس نے بھی گارلینڈ کے وسیع تجربہ سے استفادہ کیا +

ہجومِ ودفاع کے دو خط قرار دیئے گئے۔ فیصل نے فیوٹوغ اور رالیخ میں ترکوں کے ہجوم اور حملہ کو روکنا چاہا۔ جو ان پر قبضہ کر کے کہ منفرہ کی جانب بڑھنا چاہتے تھے۔

اور الوجہ پر جو فیوٹوغ سے دوسو میل کے فاصلہ پر بحیرہِ قلیزم کی ایک بندر نگاہ سے ہجوم کا ارادہ کیا گیا۔ اگرچہ انہیں کئی مرتبہ ترکوں سے شکست کھا کر پاپہننا پڑا۔ لیکن انہیں جہازِ سمندر سے ترکوں کی فوج پر آگ برساتے تھے۔ اور ہتیارے فضا سے گولے

پھینکتے تھے۔ جب ترکوں نے فیوٹوغ پر یورش کی۔ تو انہیں تین دشمنوں سے مقابلہ کرنا پڑا۔ سامنے فیصل کی فوج تھی۔ جو جدید سامانِ حرب سے آراستہ تھی۔ بالائے سر

برطانی طیارے پرواز کر رہے تھے۔ اور دہنی جانب سے برطانی جہاز گولہ باری

میں مصروف تھے۔ ناچار انہیں ہٹ جانا پڑا۔

قبائل کی جنگ | اس علاقہ کے تمام قبائل خریف حین کی بادشاہت تسلیم کر چکے تھے۔  
جنیدہ بن جحیل حرب و غیرہ سب کے سب ترکوں کے مخالف تھے۔ قبائل اگرچہ طریق  
جنگ سے نااہل ہوتے ہیں۔ لیکن ان کی شجاعت میں کسی کو کلام نہیں۔ شیوع کے  
ایک سرگرم میں جبکہ عرصہ کارزار گرم تھا۔ ایک قبیلہ کے لوگ یکایک ہٹے اور غائب  
ہو گئے۔ ان کی غیر متوقع پاپائی کا نتیجہ یہ ہوا کہ فیصل اور لانس کو بھی ہزیمت اٹھانا پڑا  
جانا پڑا۔ شام کو اس قبیلہ کا سردار فیصل کے پاس آیا۔ اور تب اس سے اس عجیب  
غریب طریق عمل کا باعث پوچھا تو اس نے نہایت لاپرواہی سے جواب دیا۔ ہم  
چائے پینے چلے گئے تھے۔

ان بے قاعدہ اور طریق حرب سے نااہل قبائل کے علاوہ باقاعدہ فوج بھی تھی  
جس کی قیادت عزیز المہری اور موہود کر رہے تھے۔ یہ دونوں نہایت آزمودہ کار سپاہی  
تھے۔ اور دونوں ترکوں کی فوج میں رہ چکے تھے۔

لیکن یہ نہ سمجھے کہ حملہ و دفاع کے اس عمل میں لانس محض تلوار کے جوہر  
دکھاتا رہا۔ بلکہ اس نے ہر موقع پر اپنے خطیبانہ کمالات سے کام لینے کی کوشش  
کی۔ اس نے فوجی بددی ترک کر کے عربی لباس اختیار کر لیا تھا۔ زبان بہت  
سے راز فاش کر دیا کرتی ہے۔ لیکن وہ عربی نہایت روانی سے بول سکتا ہے۔ یہ سوت  
سے کہ اس کی زبان میں عربی فصاحت مفقود ہے۔ لیکن شام کے دیہات میں تقریباً

لانس کی زبان دانی کے متعلق مشابہت بیانات ہیں۔ اول لکھتا ہے۔ کہ وہ نہایت صحیح عربی  
بول سکتا ہے۔ رابرٹ گریوز نے اس خیال کی تردید کی ہے۔ لانس نے خود اپنے الفاظ میں

اسی قسم کی زبان بولی جاتی ہے۔ لارنس کا سوانح نگار ٹامس لاول اُس کی مخصوص سرگرمیوں کے متعلق لکھتا ہے:-

دو لارنس نے صرف دو رفقا کے ساتھ صحرائے عرب کا سفر اختیار کیا۔ وہ خانہ بدوش قبائل کے قیامگاہ پر ٹھہر جاتا تھا اور شیوخ کو طلب کر کے نہایت صحیح اور بے عیب عربی زبان میں اپنے مقاصد بیان کرتا تھا۔ لارنس مسیحی تھا۔ اور اس ارض پاک میں اُس کا سفر مدخلت کا حکم رکھتا تھا۔ لیکن یہ حقیقت کہ وہ شریف حین کے عزیز ترین فرزند نہایت فیصل کا فرستادہ تھا۔ اس امر کی کافی ضمانت تھی کہ اُسے کوئی نقصان نہیں پہنچ سکتا۔ رات کو نماز کے بعد وہ سیاح خیموں کے سامنے بیٹھ جاتا تھا اور اپنے میزبانوں سے عرب کی گذشتہ عظمت اور موجودہ غلامی اور نکت کا ذکر اس طرح کرتا تھا کہ قبیلہ کے ہر فرد کی رگوں میں خون جوش مارنے لگتا تھا۔ بکری کے کباب سامنے آتے۔ چائے کا دو چلتا تھا۔ اور لارنس نہایت دانشمندی سے ترکوں کو جزیرۃ العرب سے نکالنے کے امکان پر بحث کرتا تھا۔ اُس نے انہیں یقین دلایا کہ اب اس ہمارے میں پس دپیش کرنا مشیت ایزدی سے مقابلہ کرنے کا ارادہ ہے۔ کیونکہ اُن کا قدیم دشمن فرانسیسی، اطالوی اور روسی سپاہیوں سے جنگیں لڑ رہا ہے۔ اور عربوں کے عزائم کی مزاحمت نہیں کر سکتا +

(تجربہ حاشیہ) ایک مکتوب میں اس امر کا اعتراف کیا ہے کہ اگرچہ میں تقریباً بارہ ہزار الفاظ جانتا ہوں لیکن عربی زبان بہت وسیع ہے۔ اہل حجاز کی سی فصاحت کسی دوسرے نصیب نہیں ملتی۔

اگر لادل کے اس بیان کو صحیح تسلیم کر لیا جائے تو یہ ماننا پڑے گا کہ عرب قبائل کے اتحاد میں لارنس کی سعی کا بہت بڑا حصہ تھا۔ اس بیان کو یا معان نظر دیکھئے لارنس نے بھی وہی حربہ استعمال کیا۔ جو اُس سے پہلے بغاوت کے دوسرے نقیب استعمال کر چکے تھے۔ یعنی عربوں کی غفلت و مطوت پارینہ کا ذکر کر کے انہیں ترکوں کے دائرہ انقیاد سے نکلنے کی دعوت دی گئی۔ یہ دعوت کامیاب ثابت ہوئی۔ اور عرب قبائل گروہ در گروہ فیصل کے پاس پہنچنے لگے +

حلیا اوجہ کے مغرب کی جانب سمندر ہے۔ مشرق کی سمت میدان۔ اور جنوب کی طرف ایک خشک دادی مشورہ کے بعد یہ قرار پایا کہ خشکی اور تری دونوں جانب سے حل کیا جائے۔ چنانچہ کپتان بائل۔ قبیلہ عرب اور قبیلہ جہینہ کے تقریباً ایکڑ آدمیوں کو سمندر کی راہ سے بھیجا گیا اور باقی فوج جس کی تعداد دس ہزار تھی خشکی کے راستہ سے بڑھی۔ اوجہ لے کر گرنر نے جب یہ سنا تو اُس نے تمام سپاہیوں کو جن کی تعداد دوسو سے متجاوز نہیں تھی۔ طلب کر کے ایک نہایت پر جوش تقریر کی جس کا مختص یہ تھا کہ ترکوں کو نہایت ثابت قدمی سے ممانعت کرنا چاہئے اور خود اپنے چند رفقاء کے ساتھ رات کو ہی شہر سے نکل گیا۔ لیکن اس واقعہ سے ترکوں کے ثبات قدم میں کوئی فرق نہیں آیا۔ اور انہوں نے اس شجاعت سے ممانعت کی کہ حملہ آور دنگ رہ گئے +

اوجہ کا معرکہ عرب کی تاریخ بغاوت میں بہت اہمیت رکھتا ہے علی الخصوص مشہور بہرہ ترکوں۔ کہ جب دلیری اور پھر دلی سے دشمن کا مقابلہ کیا۔ اسے تاریخ سمیٹ اور کھینچی۔ بہرہ ہم ایسا ہو اسے کہ کسی شجاعت قوم نے اپنا دشمن کی شجاعت

کا اعتراف کیا ہو لیکن اس معرکہ کے تذکرہ میں انگریز مورخوں کے قلم سے بھی ایک آدھ تعریفی جملہ ٹپک پڑا ہے۔ حملہ کی تیاریاں جس زور شور سے کی گئیں اُن سے تو ایسا معلوم ہوتا تھا کہ عرب ساری کائنات کو فتح کرنے نکلے ہیں۔ سمندر سے برطانی جنگی جہازیں کی کمان خود امیر البحر و اسلحہ ایس کورہا تھا۔ گولے برسار رہے تھے۔ اور نو ہزار شجاع عرب جو جدید ترین سامان حرب سے آرا تھے خشکی سے پیش قدمی کر رہے تھے۔ اور یہ سارا اہتمام کس لئے کیا گیا تھا ہفتا دو سو ترک مجاہدین کے لئے! جب گولوں نے قلعہ کے استحکامات کو تباہ کر دیا تو قبائلی جہینہ اور حرب کے افراد ساحل پر اترے۔ اور فیصل نے یورش کی۔ ترک نہایت پامردی سے لڑے۔ اور سب کے سب کٹ کر مر گئے۔ قتل و ہلاکت کا طوفان تھا اور تلوار نے دم لیا۔ تو غارت گری کی نوبت آئی۔ اور چند ساعتوں میں سارا شہر برباد کیا گیا۔ یہ واقعہ ۲۳ جنوری ۱۹۱۷ء کا ہے +



۱۵۔ ایک عرب نے انگریزوں پر قبائل کے پیچھے منظر کی نگاہ کی۔ وہ کہتا ہے کہ یہ عرب پشتمانی کر رہے ہیں۔



# نواں باب

## بغاوت کی کامیابی کا پہلا مرحلہ

الدجرہ کی تسخیر بغاوت عرب کی تاریخ میں اس اعتبار سے بہت اہمیت رکھتی ہے۔ کیا اس کے بعد تمام ساحلی مقامات ترکوں کے قبضہ سے نکل گئے۔ اب یہ اندیشہ نہیں رہا تھا کہ وہ سمندر کی جانب سے حملہ کر سکیں گے۔ فیصل کی اس کامیابی نے اتحادیوں پر حیرت انگیز اثر کیا۔ یا تو وہ عرب کی بغاوت سے قطعاً ہلے ہو چکے تھے۔ یا اس پر یہ اندیشہ دامنیگر ہو گیا کہ عربوں کی فتحمدی کامیاب نہیں بڑھتا ہوا دمشق کی دیواروں تک نہ جا پہنچے۔ اور وہ ایک مشترکہ عرب سلطنت کی بنیاد ڈالنے میں کامیاب نہ ہو جائیں۔

مغرب میں عہود وراثت اس لئے نہیں کئے جاتے کہ انہیں پورا بھی کیا جائے۔ شریف حسین سے جو عہد کئے گئے تھے۔ وہ اس یقین اور اعتماد کے ساتھ کئے گئے تھے کہ بغاوت عرب کامیاب نہیں ہوگی۔ اور ان عہود کے ایفا کی نوبت نہیں آئے گی۔ شریف حسین سے یہاں وفا بانہنے کا مقصد صرف یہ تھا کہ ایک فوج کا ایک بڑا حصہ عرب کی بغاوت فرو کرنے میں مصروف رہے۔ البتہ

وہ اتنا ضرور چاہتے تھے کہ جلاوطنی کا سلسلہ دیر تک جاری رہے۔ تاکہ ترکوں کو فلسطین اور عراق میں اتحادیوں کے مقابلہ پر اپنی تمام سگری قوت جمع کرنے کا موقع نہ ملے، افسوس مغربی ملکیت کے دامن میں سب کچھ ہے۔ غلوں کی متاع نہیں!

غرض کہ جنگ کا نقشہ بدلتے ہی اتحادیوں کے طریق عمل میں بھی فرق آگیا۔ فرانس جو شام پر قبضہ رکھنا چاہتا تھا۔ عربوں کی پیش قدمی کو حیرت اور خوف کی نظر سے دیکھنے لگا۔ اب فرانس اور انگلستان دونوں میں سے ہر ایک کی یہی خواہش تھی کہ وہ عربوں کا اعتماد حاصل کرنے میں اپنے حریف پر گوتے سبقت لے جائے۔ لارنس جب قاہرہ پہنچا تو فرانسیسی کرنل نے جو فرانس کے عسکر متینہ مصر کا سالار تھا۔ اسے طلب کر کے کہا کہ میں عقبہ پر قبضہ کر لینا چاہتا ہوں۔ عقبہ بحیرہ طریم کے انتہائی سرے پر ایک بندرگاہ ہے۔ اس کا مقصد یہ تھا کہ عقبہ پر قبضہ کر کے معائنہ پر بھی تسلط کر لیا جائے جو عقبہ سے اسی میں کے فاصلہ پر واقع ہے۔ لارنس نے جواب دیا کہ عقبہ کا محل وقوع ایسا ہے کہ اس پر سمندر سے

کامیاب حملہ نہیں کیا جاسکتا۔ بہتر یہی ہے کہ عرب خشکی سے اس پر حملہ کریں۔ انہیں یقیناً کامیابی ہوگی۔ فرانسیسی کرنل یہ جواب سن کر مایوس نہیں ہوا بلکہ تعجب میں جا کر فیصل سے بلکہ شاید فیصل سے وہ عقبہ پر حملہ کی اجازت لے لینا۔ لیکن اس کی ایک غلطی کی بدولت فیصل ناراض ہو گیا۔ اور یہ گفتگو ناکام ثابت ہوئی، اٹھائے

ملیہ تصریحات ہماری نہیں۔ بلکہ رابرٹ گیبوز نے اپنی کتاب "لارنس اور عرب" میں نہایت تفصیل سے لکھا ہے کہ اتحادی عربوں کے اعتماد پر بہتے تھے۔ اور بغاوت عرب کو اپنے اہل تخت سے

گفتگو میں فیصل نے اس سے چند کوہستانی قبو میں طلب کیں۔ کرنل نے جواب دیا۔ کہ عرب میں کوہستانی قبو میں بیکار ہیں۔ عربوں کے لئے بہتر ہے کہ وہ پہاڑیوں پر بکریوں کی طرح چڑھ جائیں۔ چونکہ عربوں کے نزدیک کسی کو بکری کہہ دینا بہت میسب سمجھا جاتا ہے۔ اس لئے فیصل کو غصہ آگیا۔ اور کرنل حرف دغا زبان پر لائے بغیر واپس چلا آیا۔

آدھر قاہرہ کے برطانی عساکر کا سالار اعظم عربوں کو اپنی صمیمیت قلب کا یقین دلانے کے لئے فوج کا ایک دستہ بھیجا چاہتا تھا۔ کیونکہ اب انگریزوں کو بھی یہ اندیشہ ہو چلا تھا کہ کہیں شریف حسین ان کے حقیقی مقاصد سے آگاہ ہو جائے۔ لارنس نے اسے یقین دلایا۔ کہ عربیے انگلستان پر پورا اعتماد رکھتے ہیں۔ ان کی اعانت کے لئے فوج بھیجنا غیر ضروری ہے۔ چنانچہ سوئزر سے صرف دو مسلح گاڑیاں بھیج دی گئیں۔ اور سادہ لوح عرب انہیں غیر ترقیہ یافتہ سمجھ کر خوش ہو گئے۔

بعض عرب قبائل ابھی تک بغاوت میں شریک نہیں ہوئے تھے شریف حسین کی کامیابیوں نے ان کا عقیدہ بھی متزلزل کر دیا۔ امیر نوری جو سرحد عراق کے قبائل کا فرمانروا تھا۔ بغاوت میں علانیہ شریک ہو گیا۔ غوداد ابن ابوطائی جس کی شجاعت کے افسانے مورخین نے نہایت تفصیل سے لکھے ہیں۔ اور جسے شمالی عرب کا سب سے بڑا شہسوار سمجھا جاتا تھا۔ قبیلہ ابوطائی کی مختصر جمیعت نے کر فیصل کے ساتھ آٹھ سو عرب شیخ کوئی نہ کوئی تحفہ لے کر فیصل کے پاس آنا

لے شریف حسین نے ایک موقع پر بکیرہ قلازم میں برطانی جنگی جہاز دیکھ کر کہا تھا۔ ”اے برطانیہ تو بکیرہ کی زبان ہے اور میں ایک ختیہ مجھی ہوں۔“ ملاحظہ ہو لارنس کے ساتھ عرب میں۔ ”مصنف لارنس“

تھا۔ قبیلہ حویطات کا شیخ جب فیصل سے ملنے چلا۔ تو غالی ہاتھ تھا۔ اُس نے ترکوں کی دو چکیاں جو کبیرہ غلام کے ساحل پر متاع تھیں۔ ہوٹ لیں۔ اور بہت سا مال غنیمت لے کر فیصل کے پاس پہنچا۔

**جعفر پاشا** عربوں کی فوج میں ابھی تک کوئی آزمودہ کار جنرل نہیں تھا۔ جو جدید فن حرب سے اچھی طرح آگاہ ہو۔ یہ کمی جعفر پاشا نے پوری کر دی جعفر ایک عراقی نسل عرب تھا۔ اور عرصہ دراز تک ترکی عساکر میں رہ چکا تھا۔ غازی انور پاشا نے اس کو مجاہدین سنوسی کی تنظیم پر مامور کیا تھا۔ جعفر نے نہایت قابلیت سے یہ خدمت انجام دی۔ مصر کے ایک معرکے میں وہ اسیر ہو کر انگریزوں کے ہاتھ آیا۔ اور قاہرہ میں قید کر دیا گیا۔ وہ ایک مرتبہ قید سے بھاگ نکلا۔ لیکن پھر گرفتار کر دیا گیا۔ اسے معذور تھا۔ کہ بازار استامبول میں غدار کی سیٹھ چلتا ہے۔ اور آزادی کی متاع اسی سے خریدی جاسکتی ہے۔ اس لئے اُس نے بغاوت حرب میں شرکت کی خواہش ظاہر کی۔ اور اسے آزاد کر کے فیصل کے پاس بھیج دیا گیا۔ جس نے باقاعدہ فوج کی قیادت اُس کے سپرد کر دی۔

الوجہ کی تسخیر سے باغیوں کو ایک بڑا فائدہ یہ پہنچا کہ مکہ مندر کی جانب ترکوں کی پیش قدمی روک گئی۔ انہیں خیال تھا کہ عربوں نے اپنی تمام عسکری قوت رابغ میں مجتمع کر رکھی ہے۔ اور وہ اپنی کوششیں محض دفاع تک محدود رکھنا چاہتے ہیں لیکن انہیں یہ معلوم کر کے بے حجب ہوا۔ کہ انہوں نے دفاعی سرگرمیوں کو مجموعہ اور جارحانہ اقدام سے بدل دیا ہے۔ الوجہ پر قبضہ کرنے کے بعد عربوں نے مدینہ کے

مند جعفر پاشا کے بعد اُس کا ایک عزیز اور سی پاشا سی باغیوں کے ساتھ آئے تھے۔

قرب و جوار میں ترکوں کی چوکیوں پر پے در پے حملے کرنا شروع کر دیے۔ عبداللہ ایک چھوٹی سی جمیعت کے ساتھ حوالی مدینہ میں تاخت و تاراج کرنے لگا۔ ترک بیکمگر پسپا ہو گئے اور اپنی منتشر اور پر اگندہ قوت کو مدینہ میں سمیٹ لیا +

لارنس جانتا تھا کہ اس جنگ میں زبان تلوار سے کہیں زیادہ کارگر ثابت ہو رہی ہے۔ چنانچہ وہ براہِ عربوں کی فتحمندی کے افسانے مشہور کرتا رہا۔ ترکوں کو ہر روز اطلاعیں موصول ہوتیں تھیں کہ آج عربوں نے فلاں مقام پر قبضہ کر لیا۔ آج فلاں چوکی لوٹ لی گئی۔ حالانکہ ان میں اکثر خبریں بالکل غلط اور بے سرو پا ہوا کرتی تھیں + ترکوں کو صرف شمال کی جانب سے ملک پہنچ سکتی تھی۔ لارنس نے یہ راہ بھی مسدود کر دینا چاہی۔ اور اپنی کوششیں حجاز ریلوے کو تباہ کرنے پر مرکوز کر دیں۔ اس کے پاس ڈائریکٹ کافی مقدار میں موجود تھا جس کی مدد سے ریلوے کا اکثر حصہ تباہ و برباد کر دیا۔ ایک موقع پر جبکہ گاڑی مدینہ کے ترک مجاہدین کے اہل خیال کو لے کر گزر رہی تھی ایک ٹرنگ بھی جن اتفاق سے گاڑی کو نقصان نہیں پہنچا۔ اور وہ صحیح و سالم عورتوں اور بچوں کو لے کر گزر گئی +

انہیں دنوں اطلاع ملی کہ غازی انور پاشا نے مدینہ کی فوج کو حکم دیا ہے کہ وہ مدینہ خالی کر کے شمال کی جانب پسپا ہو جائیں۔ اور مقام بتوک پر پہنچ کر اس فوج کے سینہ میں جا ملیں جو برطانیہ کے سربراہ آرمی ہے۔ یہ خبر ایسی نہ تھی کہ برہانہ کے عسکری معلقوں میں اضطراب برپا نہ کر دیتی۔ مدینہ کی ترک فوج اناطولیہ کے شجاع ترکوں پر مشتمل تھی۔ برطانیہ افسر جانتے تھے کہ اگر یہ عسکری قوت ہمارے مقابلہ میں صحت آ کر دی گئی۔ تو شام و فلسطین میں ہماری فتحمندی ہزیمت و شکست سے بدل جائے گی۔ اور

ہمارے لئے پسپا ہونے کے سوا کوئی چارہ ہمارے نہیں رہیگا۔ اس لئے لائنز کو ہدایت کی گئی کہ جس طرح ہو سکے عرب کے ترکی عساکر کو جنگ و پیکار میں الجھائے رکھے اور انہیں اتنی قہمت نہ دے کہ وہ انگریزوں سے پیکار آزمانی کا قصد کر سکیں +

لائسن کی تجویز | عبداللہ مدینہ کے شمال مغرب میں ایک چھوٹی سی جمیعت کیساتھ موجود تھا۔ لائنز اس کے پاس پہنچا۔ تاکہ مدینہ پر حملہ دیورش کے مسئلہ پر غور و خوض کر لیا جائے۔ عبداللہ کے پاس پہنچ کر وہ بخار میں مبتلا ہو گیا۔ اور کئی دن بیمار پڑا رہا۔ بخار کی حالت میں اس نے مدینہ پر حملہ کے مسئلہ پر غور کیا۔ یہاں تک اسے خیال گذرا کہ مدینہ پر دیورش کا ارادہ ایک خطرناک غلطی ہے۔ اتحادیوں کے مقاصد کی تکمیل تو اسی صورت میں ممکن ہے کہ ترکوں کی فوج کا بیشتر حصہ عرب کی بغاوت میں الجھا رہے۔ لیکن اگر مدینہ کے استحکامات پر قبضہ کر لیا گیا تو ترک عساکر کا ایک حصہ جو حجاز دیوے کی حفاظت کر رہا ہے پسپا ہو کر فلسطین کے ترک مجاہدین سے جا ملے گا۔ مزید براں ترک قیدیوں کو ذرا کم دینا پڑے گی۔ اور عرب میں جہاں سانا خورد و نوش کی قلت کامیابی کی راہ میں سب سے بڑی دشواری ہے۔ بے حد وقت پیش آئے گی۔ کیا یہ ممکن نہیں کہ عرب مدینہ کے استحکامات پر حملہ کر کے اپنی قوت ضائع کرنے کی بجائے مدینہ کی محافظہ فوج کا پیوند فلسطین کے ترک عساکر سے منقطع کر دیں۔ ایسا ہو جائے تو عربوں کی قوت سے فلسطین میں کام لیا جاسکتا ہے۔

چنانچہ لائنز نے صحت پاتے ہی عبداللہ کو مشورہ دیا کہ وہ اپنی طاقت مدینہ پر تاخت میں صرف کرنے کے بجائے اپنی ساری قوتیں حجاز دیوے کو تباہ کرنے پر مرکوز کرے تاکہ مدینہ کی محافظہ فوج کو شمال کی جانب سے کوئی کمک نہ پہنچ سکے +



فیصل اور اس کے دوسرے مشیروں سے بھی لارنس نے کہا کہ حجاز میں اپنی  
 عسکری قوت ضائع کرنے کے بجائے بہتر ہے کہ شمال کی جانب بڑھ کر قتبہ پر قبضہ  
 کر لیا جائے لیکن مدینہ پر حملہ کی تیاریاں مکمل ہو چکی تھیں اس لئے وہ اس تجویز  
 پر عمل نہ کر سکے +

ابھی اس مسئلہ پر غور و فکر ہو رہا تھا کہ لارنس کی ملاقات قبیلہ حویطات کے  
 مشہور شہسوار عودہ ابن ابوطائی سے ہوئی۔ عودہ کی شجاعت، بے باکی اور سادگی نے  
 لارنس کو بہت گرویدہ کر لیا۔ اور ان دونوں میں رابطہ دوستی مستحکم ہو گیا +

لے عودہ ابن ابوطائی کے متعلق لارنس کے سوانح نگاروں نے عجیب و غریب واقعات لکھے  
 ہیں۔ وہ لکھتے ہیں کہ عودہ نے اٹھائیس مرتبہ شادی کی۔ تیرہ مرتبہ زخمی ہوا۔ اس نے جنگ  
 میں پچھتر عربوں کو اپنے ہاتھ سے قتل کیا تھا۔ ان کے علاوہ دوسری قوموں کے لوگ بھی  
 تھے۔ عودہ نہایت فیاض، شجاع اور بذلہ سیخ شخص تھا۔ وہ بھی انہیں فریب خوردہ لوگوں  
 میں تھا۔ جو اتحاد عرب کے نام پر ترکوں کی مخالفت پر کمر بستہ ہو گئے تھے۔ اس کی بیباکی کے  
 متعلق ایک واقعہ رابرٹ گریوڈ نے اپنی کتاب "لارنس اور عرب" میں لکھا ہے۔ وہ لکھتا  
 ہے کہ ایک موقع پر جبکہ فلسطین کے اہل کثرت سربر برٹ سیمول سے عرب شیوخ کا تعاون  
 کرایا گیا سربر برٹ نے ترکوں کی تباہی کا ذکر کرتے ہوئے عودہ کی جانب رخ کر کے کہا کہ اپنے  
 آپ خوش ہوں گے۔ کہ مشرق میں امن قائم ہو گیا ہے۔ عودہ نے جواب دیا "امن! جب  
 تک فرانسیسی شام میں ہیں۔ انگریز عراق میں اور یہودی فلسطین میں امن کیونکر ممکن ہے" سر  
 بربرٹ ہٹے پکھری کھری بائیں سینیں اور مسکرا کر خاموش ہو رہا +

# دسواں باب

## صحرائے عرب کا سفر

فیصل اور اُس کے مشیر مدینہ کے محاصرہ پر اپنی تمام تر توجہ صرف کر رہے تھے۔ اور لارنس عقبہ کی تسخیر کے مسئلہ پر غور میں مصروف تھا۔ ابتدا میں تخیل مضبوط تھا۔ لیکن طویل غور و فکر نے اُسے روشن کر دیا۔ اور لارنس کے ذہن میں حملہ کی تمام جزئیات و تفصیل ایک ایک کر کے اُگئیں۔ چنانچہ اُس نے ایسا کرینیا کر فیصل کو الوجہ میں چھوڑ کر ایک مختصر جمعیت کے ساتھ عقبہ پر حملہ کرے۔ اور عربوں کے لئے شام و فلسطین میں فتوحات کا دروازہ کھول دے +

فیصل نے لارنس کو اس مقصد کے لئے بائیس ہزار پونڈ دیئے۔ اُس نے یہ رقم اپنے رفقاء میں تقسیم کر دی۔ اور یہ مختصر سا قافلہ جس میں لارنس کے علاوہ قلیل حوایات کا مشہور شہسوار عودہ ابن ابوطائی۔ شریف حسین کا ایک عزیز ناصر اور دو عرب شامی نصیب اور دو کی شامل تھے۔ شمال کی جانب روانہ ہو گیا + الوجہ اور عقبہ میں وسیع ریگ دار حائل ہے۔ جس میں بہت کم نخلستان پائے جاتے ہیں۔ لارنس نے اس سفر کی کیفیت نہایت چرب و ملطف انداز میں

لکھی ہے۔ راستہ کی صعوبتوں کا ذکر اس طرح کیا ہے کہ آنکھوں تلے صحرائے  
عرب کی بے پایاں وسعت۔ ریت کے تودوں۔ اور بے آب و گیاہ میدانوں  
کا نقشہ بھر جاتا ہے۔ غرض کہ وہ کلیفیں اٹھاتے سو لمبوں دن عرفہ نام ایک  
مقام پر پہنچے۔ جہاں سے سرسبز نخلستانوں کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔ جوت  
میں ان کی ملاقات امیر توری سے ہوئی جو اس علاقہ کا فرمانروا تھا۔ یہ شخص بناوٹ  
عرب کی حمایت و تائید کا عہد کر چکا تھا۔ لانس نے اسے چھ ہزار پونڈ دے کر  
اس عہد پر مہر و شیعہ کرائی۔ اور اسی علاقہ کے ایک چھوٹے سے قریہ میں جہا  
سے عقبہ ایک سو اسی میل کے فاصلہ پر مغرب کی جانب تھا۔ پڑاؤ ڈال دیا  
گیا۔ اور ارد گرد کے قبائل کو جمع کر کے ایک بے قاعدہ فوج مرتب کرنے کی  
کوششیں ہونے لگیں۔ یہاں لانس کے رفقاء کے ارادے کی نقد متزلزل  
ہو گئے۔ اور اس امر پر غور ہونے لگا۔ کہ عقبہ کے بجائے دمشق پر حملہ کیا جائے  
لیکن لانس کے دلائل نے انہیں قائل کر لیا۔ اور یہ صلاح ٹھہری کہ نصیب  
اور زکی کو جس دروز میں بھیجا جائے۔ تاکہ وہ فرزندان دروز کو ترکوں کے خلاف  
براہمختہ کریں۔ اور دمشق پر حملہ کا وقت آئے تو یہ مرحلہ بھی آسانی سے طے  
ہو جائے +

خفیہ معاہدہ | ادھر تو شریف حسین سے وعدہ کیا جا چکا تھا۔ کہ عربوں کو آزادی عطا

نہ مصر کے اپنی کشتہ سر نہری مکہ میں نے شریف حسین سے جو وعدے کئے تھے ان میں ایک  
یہ بھی تھا کہ شام کے ان اضلاع میں جن کے باشندے فاس عربی النسل ہیں۔ فرانسیسی اقتدار  
کی مخالفت کی جائے گی۔ سر نہری نے ۱۴ اکتوبر ۱۹۱۵ء کو شریف کے نام جو (دیکھئے صفحہ ۵۷)

کی جائے گی۔ اور صرف حجاز میں ہی نہیں۔ بلکہ شام اور عراق میں بھی انہیں کا علم استقلال بلند ہو گا۔ اور ادھر روس۔ برطانیہ اور فرانس میں ایک خفیہ معاہدہ ہو چکا تھا۔ جس کا مفاد یہ تھا کہ ترکوں کے ایشیائی مقبوضات کے حصے بخرے کر لئے جائیں گے۔ اور شام۔ فلسطین اور عراق پر ہلالی پرچم کے بجائے صلیبی نشان لگاتا نظر آئے گا۔ عرب مال کا رسے بے خبر۔ برطانیہ کے مواعید پر اعتماد کے بیٹھے تھے کہ یکایک روس میں انقلاب کا طوفان اپنی پوری قوت سے بھٹ پڑا اور زار کے ایوانِ غفلت کو ایک ہی ریلے میں بٹالے گیدا۔ بالشویکوں نے جن کے معاہدہ مستعین فرنگ کے عزائم سے بالکل جدا گانہ تھے۔ عنانِ حکومت ہاتھ میں لیتے ہی سب سے پہلا کام یہ کیا کہ یہ خفیہ معاہدہ شائع کر دیا۔ ترکوں نے اتحادیوں کی عیاریوں سے دنیا کو آگاہ کرنے کے لئے اس کا عربی ترجمہ بھیج دیا اگر بکثرت تقسیم کیا۔ اور عربوں کو پہلی مرتبہ اس حقیقت کا علم ہوا کہ اتحادی شام۔ عراق اور فلسطین کو اپنے احاطہ آندہ میں رکھنا چاہتے ہیں۔ اگر اس وقت بھی عرب ہوشمند ہی سے کام لیتے۔ اور اتحادیوں کا آواز کا رہنے سے انکار کر دیتے۔ تو یقیناً جنگ کا نقشہ بدل جاتا۔ لیکن بد قسمتی سے عربوں کو برطانیہ پر غیر معمولی اعتماد تھا۔ جسے یہ انکشاف بھی متزلزل نہ کر سکا۔ چنانچہ امیرنوری کے پاس جب اس معاہدہ کی ایک نقل پہنچی تو وہ سیدھا لارنس کے پاس گیا۔ اور اسے یہ عہد نامہ دکھا کر اتحادیوں کی اس عجیب حرکت کا باعث پوچھا۔ لارنس نے اسے یہ جواب دے کر لیل دیا۔ کہ اتحادیوں نے (بقیہ حاشیہ) مکتوب لکھا تھا۔ اس کا مفاد یہ تھا کہ "مکہ کو برطانیہ عربوں کے جذبہ آزادی۔ استقلال سے ہمدردی رکھتی ہے۔ اور اس مسئلے میں انہیں ہر قسم کی مدد دینے پر آمادہ ہے +

عربوں کے ساتھ جو معاہدہ کیا ہے۔ اس نے پہلے تمام معاہدات پر خط فسخ کیلئے دیا ہے۔ آپ بے فکر رہئے۔ تمام وعدے حرف بحرف پورے کئے جائیں گے +  
 لارنس کے ان الفاظ نے امیر نوری کے شبہات دور کر دیئے۔ اور اس نے یقین کر لیا کہ اتحادی عربوں کی ایک مطلق العنان متحدہ سلطنت قائم کرنا چاہتے ہیں۔ جو چھوٹی چھوٹی ریاستوں پر مشتمل ہوگی۔ لیکن دنیا جانتی ہے کہ یہ خواب کبھی شرمندہ تعبیر نہیں ہوا۔ اور جب جنگ کا طوفان تھا۔ تو یہ عمود و موثیق نہایت بے دردی سے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے گئے +

لارنس زمانہ لباس میں | لارنس ۳ جون ۱۹۱۶ء کو اپنے چن رفقا کی معیت میں شمال کی جانب روانہ ہوا۔ اور تقریباً دو ہفتہ تک غائب رہا۔ یوں تو اس نے بغاوت عرب کے تمام واقعات تفصیل سے لکھے ہیں۔ لیکن اس مقام پر اس کا قلم یک بیک خاموش ہو جاتا ہے۔ یہ کہنا مشکل ہے کہ وہ اس عرصہ میں کہاں رہا؟ کیا کرتا رہا اور اس نے اپنے سوانح حیات میں ان واقعات کو کیوں قلم انداز کر دیا البتہ اس کے سوانح نگاروں کا بیان ہے کہ اس نے یہ زمانہ دمشق اور جبلک میں بسر کیا۔ لاول ٹامس لکھتا ہے کہ اس پر اسرار سفر میں لارنس کے ساتھ قبیلہ عترہ کے ایک شخص کے سوا کوئی نہیں تھا۔ لارنس زمانہ لباس پہنے ہوئے تھا۔ اور اس کا چہرہ ایک دیز نقاب سے پوشیدہ تھا۔ شجاع ترک جنس لطیف کا احترام کرتے ہیں۔ یہ جذبہ احترام انہیں مجبور کرتا تھا کہ لارنس اور اس کے رفیق سے کوئی تعرض نہ کریں۔ یہ دونوں زمانہ لباس کی بدولت ترکی عساکر سے صحیح و سالم گزر گئے۔ اس سفر کے مقاصد پر بھی تاریک پردہ پڑا ہے لیکن لاول ٹامس کا بیان ہے کہ لارنس نے یہ خطرناک سفروادی فوات کے

قبائل کو ترکوں کے خلاف براہِ نکتہ کرنے کی غرض سے اختیار کیا تھا۔ چنانچہ اس مقصد میں اُسے کامیابی ہوئی اور بعض وہ قبائل جو ابھی تک بغاوت میں شرکت سے انکار کر رہے تھے، شریف حسین کے حامی ہو گئے۔

لیکن اس سفر کا عجیب ترین واقعہ یہ ہے کہ بلبلک کے قریب پہنچا لارنس نے اپنے رفیق سفر کو شہر کے باہر چھوڑا۔ اور خود فوجی وردی میں شہر کے اندر داخل ہو گیا ترکوں نے اُسے جرمِ افسر سمجھا اور کسی نے مزاحمت نہیں کی۔ بلبلک کی سیر کر کے اُس نے پھر زمانہ لباس اختیار کر لیا۔ اور قرب و جوار کے شیوخ سے ملاقات کر کے ان سے بغاوت میں شریک ہونے کا عہد لیا۔

یہاں سے لارنس نے دمشق کا رخ کیا۔ دمشق کا گورنر علی رضا پاشا درپردہ بغاوت کا حامی تھا۔ اُس نے لارنس کی خاطر مارات میں کوئی دقیقہ اٹھانہ رکھا۔ یہاں سے آگے بڑھا تو اُسے ایک اور عجیب واقعہ سے دوچار ہونا پڑا۔ وہ ایک چھوٹے سے قصبہ سے گزر رہا تھا کہ یکایک چبترک پیاہیوں نے اُسے معرودہ سپاہی سمجھ کر روک لیا۔ فوجی صدر مقام پہلے گئے۔ جہاں افسوں نے سزائے تازیانہ کا حکم دیا۔ اور اُس کی بیٹھ تازیانوں سے فگار کردی گئی۔ لارنس پر شدتِ اذیت سے بیہوشی طاری ہو گئی۔ جب ہوش آیا تو وہ بھاگ نکلا۔ اور میان سے ہوتا ہوا قحودہ اور تاتار سے اٹلا۔ یہ ہے لارنس کے پراسرار سفر کی وہ داستان جس کی صحیح تفصیل پر شاید ہمیشہ راز کا پردہ پڑے گی۔

۱۱۹۹ء "دو لارنس ان آر بیبا" لارنس کے ساتھ عرب میں۔ صفحہ ۱۹۹

۱۱۹۹ء لارنس نے اس ضمن میں لکھا ہے کہ لارنس معان کے قریب زمانہ لباس میں گذر رہا تھا۔ چند نوجوان تک پہنچے تو اُسے عورت سمجھ کر چھوڑنا چاہا اور وہ بالکل تمام اُن سے بچ کر بھاگا۔



# گیارہواں باب

## سقوط عقبہ

یوں تو بغادت عرب کے ہر مرحلہ پر لارنس کی ذہانت نمایاں ہو جاتی ہے۔ لیکن عقبہ کے معرکہ میں اس نے جس حیرت انگیز تدبیر اور دور اندیشی کا ثبوت دیا۔ اس کی نپید پڑے ہوئے جرنیلوں کے کارناموں میں نہیں ملتی۔ اور یہ تسلیم کر لینا پڑتا ہے کہ لارنس کی شخصیت میں عصر حاضر کی ایک غیر معمولی ذہانت نمودار ہو گئی ہے +

دمشق کے گرد و نواح میں نصیب اور زکی قبائل کو بغادت میں شرکت کی دعوے دے رہے تھے۔ اور ترک یہ سمجھے بیٹھے تھے کہ عرب دمشق پر هجوم کرنا چاہتے ہیں۔ پھر لارنس دمشق اور بلبلک میں پہنچا۔ تو ترکوں کا یہ خیال راسخ ہو گیا۔ اور انہوں نے عقبہ کے استحکام کی جانب توجہ کرنے کے بجائے اپنی تمام عسکری قوت دمشق میں جمع کر لی۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ عقبہ میں ترکوں کی ایک مختصر سی جمعیت رہ گئی۔ جسے شکست دینا چاہیے دشوار نہ تھا +

لارنس کے پاس کافی فوج جمع ہو چکی تھی۔ ابوالاسان نام ایک مقام پر جو عقبہ کے قریب واقع ہے۔ ترکوں سے اس کا مقابلہ ہوا۔ ترک تعداد میں عربوں سے بہت

کم تھے۔ اس لئے شکست کھائی۔ اور لارنس نے آگے بڑھ کر عقبہ کا محاصرہ کر لیا۔ عقبہ کے معرکہ میں بھی برطانی اور فرانسیسی جنگی جہازوں کی اعانت شریک تھی۔ اور لارنس خشکی کی راہ سے شہر کی جانب بڑھا۔ اور ادھر جنگی جہاز سمندر سے آگ برسائے لگے۔ چنانچہ ۱۹ جولائی ۱۹۱۷ء کو عقبہ پر عربوں نے قبضہ کر لیا۔ لیکن شہر میں داخل ہو کر ان کے ہاتھ کیا آیا؟ جنگی جہازوں کی گولیاں ہی نے تمام استحکامات کو تباہ کر دیا تھا۔ عربوں کو چند گھنٹروں کے سوا کوئی چیز نہ ملی۔ جس پر وہ اپنا دست تاراج دراز کر سکتے۔ اس معرکہ میں بقیہ سات سو ترک سپاہیوں سے ہتھیار رکھوا لئے گئے۔ اور عربوں نے ان سے نہایت ذلت آفریں سلوک کیا +

ترکوں سے ذلت آفریں سلوک ترکوں پر عقبہ میں جو ستم توڑے گئے۔ ان کے ذکر سے مغربی مصنفین نے حدِ احتراز کیا ہے۔ لیکن بعض مقامات پر ان کے قلم سے بھی یہ نہایت ایسے الفاظ نکل گئے ہیں۔ جن سے عربوں کی شرمگاریوں کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔ مثلاً ایک مصنف لکھتا ہے کہ ایک ترک افسر نے لارنس سے شکایت کی کہ مجھے ایک عرب نے ترکی زبان میں نہایت فحش کھالی دی ہے۔ لارنس نے جواب دیا ”کالائے بد بریش خاند“ عربوں نے ترکی میں گالیاں دینا آپ لوگوں سے ہی سیکھا ہے۔ اس لئے آپ کو گالیاں نہ دیں تو اور کس کو دیں +

عقبہ فتح ہو گیا۔ ترکوں کے خون سے عربی تلواروں نے پیاس بجھائی اسلام کے ان مجاہد فرزندوں کی تحقیر و تضحیک جی کھول کر کی گئی۔ یہ سب کچھ ہوا۔ لیکن سامان خورد و نوش کا فقدان ایک ایسی دشواری تھی۔ جس کا کوئی حل نہیں تھا۔ چنانچہ لارنس کو قاہرہ کا سفر اختیار کرنا پڑا۔ ایلٹنی انہیں دونوں معرکہ کا اتنی کمشنر مقرر ہوا تھا۔ لارنس نے

اُس سے سقوط عقبہ کے تفصیلی حالات بیان کئے۔ اور سامان خورد و نوش لے کر تھوڑے دنوں میں واپس عقبہ پہنچ گیا +

اب شام کی تسخیر کا مرحلہ پیش تھا۔ لارنس نے شامی عربوں کو ترکوں کے خلاف اُبھارنے پر اپنی تمام کوششیں صرف کر دیں۔ وہ جانتا تھا کہ حریت و استقلال کا نام عربوں کے لئے اپنے اندر ایک خاص کشش رکھتا ہے۔ اور بغاوت کے نقیب جو سقوط عقبہ کی خبر لے کر تمام اطراف میں پھیل گئے تھے۔ اسی نام پر عربوں کو سرکشی کی دعوت دے رہے تھے +

بغاوت عرب کی اس داستان خونیں کا سب سے حیرت انگیز واقعہ تو یہ ہے کہ ابھی تک بیرونی دنیا لارنس کے نام سے بے خبر تھی۔ علی الخصوص ہندوستان کے مسلمانوں کو تو قطعی علم نہیں تھا۔ کہ انگریزی الاصل عیسائی کے ہاتھوں اسلام کی عزت کس طرح تباہ کرانی جا رہی ہے؟ حقیقت یہ ہے کہ لارنس کی سرگرمیوں کو خدا پروردہ اخفائیں رکھا گیا۔ اور خاص خاص لوگوں کے سوا کسی کو یہ نہیں بتایا گیا کہ عرب قبائل کو ترکوں کے خلاف صف آرا کرنے والا کون ہے؟ لطف تو یہ ہے کہ جنگ عمومی کے خاتمہ کے بعد جب زمانہ کے دست گستاخ نے لارنس کے چہرہ سے اسرار کا نقاب اٹھ دیا۔ اور اُس کی سیرت کے بعض پہلو عوام کی نگاہوں کے سامنے آ گئے۔ تو نہایت سادگی سے کہہ دیا گیا۔ کہ لارنس حکام کی اجازت لئے بغیر فیصل کے پاس چلا گیا تھا۔ اس لئے اُس کے اعمال کی ذمہ داری برطانیہ پر عاید نہیں ہو سکتی۔ یہ نافرمان اور خود سر شخص تاہرہ کے برطانوی افسروں سے ملتا رہا۔ اور اُس سے کوئی تعرض نہیں کیا۔ بلکہ اسے لطف خاص کا مورد ٹھہرایا گیا۔ اور غالباً عقبہ کی تسخیر کے بعد نافرمانی کی یاد اس

میں اسے لفٹ سے لفٹ کرزل کے عمدہ پر ترقی دی گئی۔ اور پھر جلد کرزل بنا دیا گیا۔ ہمیں یہ نہیں پوچھنا چاہئے۔ کہ اس خطا دار کو کیوں نوادہ کیا؟ اس گنہگار پر کیوں انعام و اکرام کی بارش کی گئی۔ ان اسرارہ خفایا تک ہم عامیوں کے ذہن کی رسائی نہیں ہو سکتی۔ یہ مصالح خسروی ہیں۔ جن کی کوئی تو بیہ ممکن نہیں +  
 ”مکا ہے بسلائے پر خندہ گاہے بد فتنے خلعت بد ہندہ“



# بارہواں باب

## شام کی مہم

عقبہ فتح ہوا تو شام عربوں کے ہجوم و حملہ کا مرکز بن گیا۔ لیکن شام ایک کم ہستی ملک ہے۔ جسے پہاڑیوں سے مختلف علاقوں میں تقسیم کر رکھا ہے۔ اور جس کے باغیڑی کے جذبات و اخیال عقائد اور رجحانات بھی مختلف واقع ہوئے ہیں۔ ایک علاقہ سے دوسرے علاقہ تک جانے کے لئے دشوار گزار راستوں سے گزرنا پڑتا ہے۔ چھوٹے عرب کی سی بات کہاں کہ ایک صدام مختلف قبائل کو ایک مرکز پر جمع کر سکتی ہے؟ اس لئے شام کے قبائل کو ایک رشتہ میں منسلک کر دینا بہت مشکل تھا۔ لافس نے یہی مناسب سمجھا کہ بناوٹ کی دعوت کے ساتھ قتل و ہلاکت کا ایک ایسا سلسلہ شروع کر دیا جائے جو اہل شام کو فوراً اپنی جانب متوجہ کر لے۔ تخریب و تصادم۔ غور و اضطراب اور برہمی و اختلال میں تعمیر اور سکون سے زیادہ کشش ہے۔ مکان تعمیر کیا جاتا ہے۔ تو انسان اُس کی جانب چنداں التفات نہیں کرتا۔ وہ گرتا ہے۔ تو اُس کا دھماکا ہر شخص کو اپنی جانب متوجہ کر لیتا ہے۔ جب حجاز ریلوے تعمیر کی گئی تھی۔ تو عربوں نے باوجودیکہ اُن کے لئے یہ ایک نئی اور نہایت اہم چیز تھی۔ زیادہ دلچسپی ظاہر نہیں

کی۔ لیکن جب لارنس نے اُسے تباہ کیا تو عربوں کی توجہ فوراً منقطع ہو گئی +  
 عقبہ کو فتح ہوئے ابھی چھ مہینے بھی نہیں گزرے تھے۔ کہ فیصل اور جعفر پاشا  
 قبائل کی جمعیت کثیر کے ساتھ لارنس کے پاس پہنچ گئے۔ اُس وقت یہ خطہ بھی  
 دامنگیر تھا کہ کہیں ترک عقبہ پر حملہ نہ کر دیں۔ لارنس نے یہ مشورہ دیا کہ ترکوں کی  
 عسکری قوت کو پے در پے حلوں سے ضعیف کر دیا جائے۔ تاکہ ان میں اتنی  
 سکت نہ رہے کہ عقبہ پر یورش کر سکیں۔ چنانچہ حلوں کا یہ سلسلہ شروع ہوا۔ لیکن  
 ان میں شجاعت اور مردانگی جو عرب کا فطری جوہر ہے مفقود تھی۔ حلقہ اس طرح  
 کٹے جاتے تھے۔ کہ صحرائے عرب کی وسعت سے عربوں کی ایک مختصر جمعیت  
 نمودار ہوتی ہے اور ترکوں کی چوکیوں پر آگ برسا کر صحرا میں غائب ہو جاتی ہے  
 پھر یہ منظر دکھائی دیتا ہے کہ جاندیلوے پر ایک گاڑی چلی جاتی ہے۔ ایک مخم  
 پر پہنچ کر ایک بیک ایک میب دھماکا ہوتا ہے۔ اور فضا دھوئیں اور گرد و غبار میں مٹی ہو  
 جاتی ہے۔ چند لمحوں کے بعد امواد دھوئیں کا نقاب الٹ دیتی ہے۔ اور گاڑی کے  
 ٹکڑے اور ترکوں کی لاشوں کو ہر چہار جانب منتشر کر دیتی ہے۔ اتنے میں لارنس  
 اور اُس کے ہمراہی جھاڑیوں سے نکل کر انہیں گھیر لیتے ہیں۔ اور جو لوگ موت  
 سے بچ جاتے ہیں انہیں گرفتار کر لیا جاتا ہے +

ایک حملہ کے دوران میں لارنس کی ڈبھیڑ جال پاشا سے بھی ہو گئی۔ لیکن وہ  
 لڑ بھڑ کر نکل گیا۔ اور ترک اُسے گرفتار نہ کر سکے +

غرض کہ معان کے قریب وجوار اور شام کے کوہستانوں میں لارنس نے اپنی  
 سفاکی کی بدولت شہرت حاصل کر لی۔ اور حجاز ریلوے پر آمد و رفت کا سلسلہ



منقطع ہو گیا، سرنگیں اڑانے اور پلوں کو تباہ کرنے کے سلسلہ میں لائسنس کا نام جس قدر مشہور ہوا، اُس کا اندازہ اس واقعہ سے ہو سکتا ہے کہ محاربہ عمومی کے خاتمہ پر جب لائسنس مصر سے گزر رہا تھا۔ عوام میں یہ روایت مشہور تھی کہ وہ قطر ٹیل کو تباہ کر دیگا۔ گویا عوام کے نزدیک یہ امر مسلم تھا۔ کہ اُس کا شوق تخریب و ہلاکت جنون کی حد تک جا پہنچا ہے۔ جو دوست اور دشمن کی تمیز بھی نہیں کرتا +

لائسنس اِرزق میں | نومبر میں وہ ایلنٹی کے مشورہ سے اسی طرح سرنگیں اڑاتا اور پلوں کو تباہ کرتا آگے بڑھا۔ اور اِرزق کے علاقہ میں فتحندانہ بڑھتا چلا گیا۔ یہو کے مقام پر جہاں عہد فاروقی میں سیموں اور مسلمانوں کے مابین ایک فیصلہ لگن لڑائی ہوئی تھی۔ اُس نے ایک پُل کو تباہ کرنا چاہا۔ مگر ناکامی ہوئی۔ اِرزق میں ایک اور ٹرین کو برباد کیا گیا۔ اس مہم میں ایک ہندوستانی مسلمان جعدا حسن شاہ کو اُس کی رفاقت کا شرف حاصل ہوا۔ اُس کے ساتھ ہندوستانی سپاہیوں کی ایک مختصر جمیعت بھی تھی۔ جو سب کے سب مسلمان تھے۔ ان لوگوں نے اِرزق کے پُرانے قلعہ پر قبضہ کر کے اُسے از سر نو آراستہ کیا۔ اس قلعہ میں دربار لگا۔ ترک فوج کے مفرد عرب سپاہی شام کے شیوخ۔ اور شامی تحریک وطنیت کے رہنما گردہ در گردہ تحائف لے کر لائسنس کے پاس پہنچے۔ قبیلہ بنی مغوجو اپنے خصائل و عادات کے اعتبار سے بہت قدامت پسند اور سخت گیر سمجھا جاتا ہے۔ پہلے ہی بغاوت میں شریک ہو چکا تھا۔ اس نئی فتحندی نے دوسرے قبائل کے پس و پیش اور تذبذب کا بھی خاتمہ کر دیا۔ اور شام کے کوہستان میں بغاوت پوری قوت سے پھیل گئی +

سنہ قصرانیہ مصر کے ایک مشہور پُل کا نام ہے +

بیت المقدس میں فاتحانہ داخلہ | لارنس ارنزق کے قبائل کو بغاوت میں شرکت کی دعوت

وے کو عقبہ پہنچا۔ یہاں اُسے ایلنبی کا ایک مکتوب ملا جس میں لکھا تھا کہ فلسطین میں انگریزوں کو غیر معمولی کامیابی ہوئی ہے۔ اور بیت المقدس ترکوں کے قبضہ سے نکل گیا ہے۔ اس مکتوب میں لارنس کو برطانی کو کتبہ جلال میں شریک ہونے کی دعوت دی گئی تھی۔ چنانچہ جب ایلنبی فاتحانہ عظمت و شکوہ کے ساتھ اس سرزمین میں داخل ہوا۔ تو لارنس اُس کے ہمراہ تھا +

شام کی مہم میں بعض نہایت خونریز لڑائیاں ہوئیں جن میں ترکوں کو نہایت ہتھاکائی سے قتل کیا گیا۔ ایک معرکہ میں ہزیمت خوردہ ترکوں پر انیسویں کی ایک مسلح جماعت جا پڑی اور انہیں ایک ایک کر کے تہ تیغ کر دیا گیا +

لارنس کے رفقاء شام کی مہم کے اس خونیں عہد میں لارنس کو خود اپنی جان کے لئے پڑے ہوئے تھے۔ کیونکہ ترک کماندار اعظم کی جانب سے اعلان کیا جا چکا تھا کہ جو شخص لارنس کا سر لائے گا۔ اُسے میں ہزار پونڈ کا انعام دیا جائے گا۔ چنانچہ ایک مرتبہ جب وہ قبیۃ فیض کے شیخ کا مہمان تھا۔ رات کو شیخ کے بھائی نے اُسے بیدار کر کے کہا کہ تمہارے متعلق ترکوں کو اطلاع بھیج دی گئی ہے۔ سلامتی چاہو تو یہاں سے نکل جاؤ۔ لارنس یہ سنکر رات کی تاریکی میں بھاگ نکلا۔ لارنس نے اس زمانہ میں اپنے رفقاء خاص کی تعداد بڑھا دی۔ تاکہ وہ قاتلانہ حملوں کے اندیشہ سے محفوظ ہو جائے۔ اُس کے رفقاء میں بعض نہایت شجاع اور آزمودہ کار اہل قبائل شامل تھے۔ جن میں داؤدہ قرآن۔ راحیل اور عبد اللہ کے نام خصوصیت سے قابل ذکر ہیں۔ جبہ اللہ قبیلہ نجس کا ایک مشہور شہسوار تھا۔ اور چونکہ رہبرانی اُس کا آبائی

پیشہ تھا۔ اس لئے وہ عبداللہ قاطع الطريق کے نام سے مشہور تھا۔ یہ لوگ لارنس سے بیحد مانوس تھے۔ اور اُسے ہر وقت گھیرے رہتے تھے۔

آرژن سے لوٹتے وقت صرف راحیل اُس کے ہمراہ تھا۔ راستہ میں قبیلہ نفیس کے چار شہسواروں نے اُس پر حملہ کرنا چاہا۔ لیکن لارنس نے اس موقع پر بے حد مہیا کی اور دلیری ظاہر کی جس سے وہ اور یہ سمجھ کر کہ لارنس کے ساتھ ایک بہت بڑی جمعیت ہے رُک گئے۔ اور وہ موقع پا کر راحیل سمیت نکل گیا۔

ترکوں کے لئے سب سے بڑی دشواری یہ تھی کہ انہیں عربوں کی عسکری قوت کا صحیح اندازہ نہیں تھا۔ غیر منظم اور پرالگندہ قبائل کی طاقت و قوت کا اندازہ کرنا تقریباً ناممکن تھا۔ برخلاف اس کے عربوں کے لئے ترکوں کی عسکری قوت کے متعلق اطلاعات فراہم کرنا بہت آسان تھا۔ کیونکہ ترکوں کی فوج منظم تھی۔ اور وہ عربوں کی طرح صحرا میں پھیلے ہوئے نہیں تھے۔ یہی وجہ ہے کہ جب انہوں نے عقبہ پر از سر نو قبضہ کرنا چاہا تو انہیں ناکامی ہوئی۔

عثمان دمغان | عرب فوج کا ایک حصہ ابھی تک ینبورج کو عسکری مرکز مقرر کر کے آئینہ پر حملہ کر رہا تھا۔ لارنس اسے ایک ناکام اور بے سود کوشش سمجھتا تھا۔ لیکن فیصل کے دوسرے انگریز شیروں کے نزدیک مدینہ پر ہجوم ضروری تھا۔ مولود جو جوانی عسکری قابلیت کی وجہ سے خاص امتیاز رکھتا تھا عمان پر پے درپے حملے کر رہا تھا۔ لارنس کی خواہش تھی کہ عمان فتح ہو جائے۔ تو عرب فوج ایلٹنی کے لشکر کے ساتھ مل کر دمشق پر حملہ کرے۔ لیکن یہ خواہش پوری ہوتی نظر نہیں آتی تھی۔ اور اصرار فیصل میں زید نے ترکوں سے شکست کھائی۔ اور اصرار ایلٹنی کو جو عمان پر یورش کر رہا

تھا۔ ہزیمت اٹھا کر پیا ہونا پڑا۔ عربوں کو انگریزوں کی غیر معمولی قوت پر اس قدر اعتماد تھا۔ کہ جب ایلینی کے پیا ہونے کی خبر پہنچی تو کسی نے یقین نہیں کیا۔

لارنس بادیر گدھورتوں کے بھیس میں | عمان سے انگریزی فوجوں کی پسا پائی کے بعد

ایک دن لارنس اس شہر میں جا پہنچا۔ اُس نے اس موقع پر بادیر گدھورتوں کا سا لباس پہن رکھا تھا۔ اُس کا رفیق خاص فرّاج بھی اسی لباس میں اُس کے ہمراہ تھا۔ اتفاق یہ کہ اُس کے زنا نہ لباس نے چند ترک سپاہیوں کو اپنی جانب متوجہ کر لیا۔ اور وہ افشائے راز کے اندیشہ سے زیادہ دیر تک ٹھہر نہ سکا۔ لیکن اس مختصر عرصہ میں وہ عمان کے استحکامات کا موازنہ بدقت نظر کر چکا تھا۔ چنانچہ اُس نے طویل غور و فکر کے بعد فیصلہ کر لیا کہ اس مستحکم اور ناقابلِ تسخیر مقام پر حملہ و هجوم کی ناکام کوشش کر کے اپنی عسکری قوت کو ضائع نہ کیا جائے۔ کیونکہ اگرچہ عربوں نے عمان کے شمال کی جانب ریلوے لائن کو بالکل تباہ کر کے محافظ فوج کا تعلق ترک عساکر سے منقطع کر دیا تھا۔ لیکن ابھی تک اس شہر کی تسخیر میں کامیابی نہیں ہوئی تھی۔ اور عمان میں ترک عساکر کا اجتماع ہو رہا تھا۔ اور یہ اندیشہ تھا کہ وہ عمان کے قرب و جوار سے ترکوں کو ہٹا دیں گے۔ لارنس نے یہ منار ب سمجھا کہ اُنہیں پھر ریلوے لائن کو تباہ

۱۵ رابرٹ گریوز لکھتا ہے: "کہ لارنس نے عربوں کے قلب پر برعنائی کی غلت دکھرائی کہ نقش راسخ کرنے میں بہت کوشش کی تھی۔ چنانچہ اُنیں یقین دایا گیا تھا کہ انگریز کسی سرگرم کام نہیں ہوتے۔ شریف حسین بھی علی العموم اپنے رنغا کو اکثر یہی یقین دلا یا کرتا تھا۔ چنانچہ ایک مرتبہ ایک شاہی اعلان نافذ کیا تھا جس کا آغاز انگریزوں کی سہوت و شوکت کے اس اعتراف سے ہوتا تھا "یا ایہا المؤمنین! تمہاری حکومت (برطانیہ) کے پاس بے شرط رہا رہے گی"

کر کے ترکوں کے حملہ کی راہ میں دشواریاں پیدا کی جائیں۔ یہ خدمت ناقصہ کے سپرد کی گئی۔ لارنس نے انہیں دنوں ایلنہی سے ملاقات کر کے یہ تجویز پیش کی کہ درآء پر حملہ کیا جائے۔ اگر یہ مقام قبضہ میں آگیا۔ تو ترک دمشق حیفہ اور شمالی فلسطین سے بھی عمان و معان کے محصورین کو کوئی کمک نہ بھیج سکیں گے۔ ایلنہی نے حملہ کے لئے دو ہزار سواری کے اونٹ دیئے۔ اور درآء پر یورش کی تیاریاں ہونے لگیں۔ لارنس تو چاہتا تھا کہ مدینہ کی محاصرہ فوج بھی درآء کے حمل میں شرکت کرے۔ اور شریف حسین خود اس حملہ میں کماندار اعظم کی حیثیت سے فریک ہو۔ لیکن حسین کی عافیت پسندی میدان کارزار کی دشواریاں کب گوارا کر سکتی تھی۔ وہ اپنے حریم امن سے باہر نہ نکلا۔ اور درآء کے محاصرہ کو بھی فیصل اور لارنس کے تدبیر پر چھوڑ دیا گیا۔

حملہ کی تیاریاں | درآء پر حملہ کی تیاریاں بڑے زور و شور سے کی گئیں۔ ازرق میں قبائل کا سیلاب اُٹھ آیا۔ میجر بکسٹن کے ماتحت انگریز سپاہیوں کی ایک مختصر جمعیت بھی اس مہم میں شریک تھی۔ اور گورکھا سپاہیوں کا ایک دستہ بھی تھا۔ جنہوں نے عمان کے شمال میں ریلوے لائن کو تباہ کر کے درآء کا پیوند اس سے منقطع کر دیا۔ انگریزوں نے مسلح موٹریں اور ہتھیار بھی بھیجے۔ فیصل ایک ہزار شتر سواروں کی فوج لے کر آیا۔ عودہ ابن طائی اپنے رفقاء کے ساتھ پہنچا۔ فرانسیسی سپاہیوں کا ایک دستہ آکر شہر یک ہوا۔ پھر سرحد عراق کے قبائل کا امیر شیخ نوری جمعیت کثیر کے ساتھ آیا۔ بنی صخر کے شجاع عرب جو شہسواروں اور سپہ گری میں بے نظیر سمجھے جاتے ہیں بڑے سامان کے ساتھ آئے۔ فرزند ابن دروز بھی اپنے خاص نشان اڑاتے پہنچے۔ ان کے علاوہ لارنس اور اس کے رفقاء بھی تھے جن میں شام و عراق کے اکثر

مشہور شہسوار اور سپاہی شارل تھے +

عربوں کا یہ سارا اجتماع اس یقین و اعتماد کے ساتھ تھا۔ کہ شام پر ان کا علم لہرائے گا۔ اور امیر نور علی جو پہلے بھی اپنے شکوک ظاہر کر چکا تھا۔ لارنس کے پاس آیا اور اُس سے کہا۔ کہ برطانیہ نے شام اور فلسطین کے متعلق مختلف معاہدے کر رکھے ہیں۔ ایک معاہدہ کا مفہوم یہ ہے۔ کہ ”مفتوحہ علاقہ کو فرانس روس اور برطانیہ آپس میں تقسیم کر لیں گے“ ایک معاہدہ کا مفاد یہ ہے۔ کہ ”فلسطین کو سیمونیان عالم کا مرکز بنادیا جائے گا“ ایک معاہدہ یہ ہے۔ کہ ”عرب جس علاقہ کو اپنی قوت بازو سے فتح کریں گے۔ وہ انہیں کے زیر نگیں رہے گا“ یہ معاہدے بے حد متضاد و قبیح ہیں۔ ہم ان میں سے کس کو صحیح تسلیم کریں؟ لارنس نے جواب دیا کہ ”آخری معاہدہ وہ ہے جو عربوں سے کیا گیا ہے۔ اس لئے باقی تمام معاہدوں کو منسوخ تصور کرنا چاہئے۔“ لارنس کے اس جواب نے امیر نور علی کو مطمئن کر دیا۔ لیکن لارنس یہ محسوس کرتا تھا۔ کہ ان وعدوں کے ایفا کی نوبت کبھی نہیں آئے گی +

ملطف یہ ہے کہ عین اس زمانہ میں جبکہ اتحادی عربوں کی تحریک حریت سے غیر معمولی شغف و انہماک ظاہر کر رہے تھے۔ دوسری جانب ترک ارباب سیاست کے قدامت پسند گروہ سے جو جدید عقاید کو قومی ترقی کے حق میں سم قاتل سمجھتا تھا۔ مصالحت کی گفت و شنید ہو رہی تھی۔ یہ گروہ اپنی فرسودہ خیالی کے باعث نوجوان ترکوں کے اس عقیدہ کو ناپسند کرتا تھا۔ کہ ہر قوم کو خود اپنی قسمت کا فیصلہ کرنے کا حق حاصل ہے۔ اور اس لئے اسے کبھی



گوارا نہیں ہو سکتا تھا۔ کہ عرب اپنی خود مختار سلطنت قائم کریں۔ اگر اس گفت و شنید کا نتیجہ یہ ہوتا کہ برطانیہ کو مشرق میں چند مراعات حاصل ہو جاتیں۔ تو یقیناً اُسی زمانہ میں ترکوں سے صلح ہو جاتی۔ اور انگریزوں کو عربوں کی اعانت سے دست کش ہو جانا پڑتا۔ لایس نے اس زمانہ میں فیصل کو مشورہ دیا کہ انجمن اتحاد و ترقی کے نوجوان ارکان سے گفتگو کی جائے۔ تاکہ ترک سیاست کے قدامت پسند گروہ سے کوئی مفاہمت نہ ہو سکے تو ترکوں اور ان کو تحریک کے نام پر مجبور کیا جائے۔ کہ وہ شام پر عربوں کی سی دیرینہ حکومت کریں +



# تیرھواں باب



## تسخیرِ دراعہ

دراغہ پر یورش کے آغاز میں ایک ایسا واقعہ ہوا جس نے عربوں کے حوصلے  
 پست کر دیئے۔ اور اگر لارنس کی غیر معمولی ذہانت آڑے نہ آ جاتی تو اغلب تھا کہ  
 بغاوتِ عرب کامیابی کے اس قدر مراحل طے کرنے کے باوجود ناکام ہوتی +  
 باغیوں کی جمعیت مختلف افکار و عقائد کے لوگوں پر مشتمل تھی۔ اور ہر شخص  
 اپنے جداگانہ مقصد کے پیش نظر بغاوت میں شریک ہوا تھا۔ مثلاً شریف حسین  
 کا مقصد یہ تھا کہ ایک وسیع عرب سلطنت قائم کی جائے جس میں شام، فلسطین  
 بھی شامل ہوں۔ اور اس کی عزت حکومتِ شریف کے قبضہ میں ہو۔ جعفر پاشا، توری  
 پاشا، اور مولود وغیرہ شامی عرب یہ چاہتے تھے کہ شام میں ایک آزاد سلطنت قائم  
 کریں۔ ان کے علاوہ بعض قبائل ایسے بھی تھے جنہیں نہ تو شریف حسین کے مقاصد  
 سے ہمدردی تھی۔ اور نہ شامیوں کے افکار سے کوئی سروکار۔ بلکہ محض مالی غنیمت  
 کی خاطر انہیں عرب کارزار میں کھینچ لانی تھی +  
 حسین جیسے شامیوں کے عقائد کا علم تھا۔ اکثر اوقات اپنی قوت و

اختیار کا اعلان کرتا رہتا تھا۔ چنانچہ جب اُس نے سنا کہ جعفر یا شا کو مام طور پر کماندار اعظم کہا جاتا ہے۔ تو اُسے بہت ناگوار گذرا۔ اُس نے ایک فرمان نافذ کیا جس کا مفہوم یہ تھا کہ جعفر کی حیثیت ایک پکتان سے زیادہ نہیں۔ کوئی شخص اُسے کماندار اعظم نہ کہے۔ اس فرمان نے شامی عربوں میں اضطراب برپا کر دیا۔ جعفر یا شا مولود اور دوسرے کارآمد مودہ شامی افسر فوراً متعفی ہو گئے۔ فیصل نے یہ کیفیت دیکھی تو اُس نے بھی احتجاج کے طور پر استعفیٰ دے دیا۔ لیکن حسین پر فیصل کے استعفیٰ نے بھی کوئی اثر نہیں کیا۔ اور اُس نے زید کو لکھا کہ فیصل سے چارج لے کر اُسے سبکدوش کر دو +

لارنس کے لئے یہ ایک عجیب کشمکش کا موقع تھا۔ وہ حسین کے اس فرمان کی چنداں پروا نہ کرتا۔ لیکن مشکل یہ تھی کہ درامہ پر یورش کے تمام انتظامات مکمل ہو چکے تھے۔ ایسے موقع پر شامیوں کا حملے میں شرکت سے انکار کر دینا۔ اور فوج کی خزان قیادت کا فیصل کے ہاتھوں سے نکل کر زید کے ناخبرہ کار ہاتھوں میں چلا جانا یہ معنی رکھتا تھا کہ انہیں اس مہم کی کامیابی کی کوئی آمیب نہیں رکھنا چاہئے۔ چنانچہ اُس نے ایلینی اور مصر کے ہائی کمشنر سے رجوع کیا۔ ان کی فہمائش کا اتنا اثر ہوا۔ کہ شریف نے ایک برقی پیغام بھیجا جس کے پہلے حصہ میں اس واقعہ پر اعلیٰ افسروں سے ملھ مھو کا ہائی کمشنر سرزہری میکان تھا۔ اسی نے حسین کے ساتھ معاہدہ کیا۔ اور اسی کے توسط سے حسین کو روپیہ ملتا تھا۔ شریف حسین کو اپنی خود مختاری کا اعلان کرے اور اپنی ذاتی اور فوجی قوت قائم کرنے کی امداد میں فروری ۱۹۲۰ء تک بارہ لاکھ لگائی یعنی ایک کروڑ اسی لاکھ روپیہ دیا گیا +

کیا گیا تھا۔ لیکن دوسرے حصہ میں پھر یہ الفاظ دہرائے گئے تھے کہ "جعفر پاشا کی حیثیت ایک معمولی کپتان سے زیادہ نہیں" لارنس نے یہ چال چلی کہ فیصل اور جعفر کو اس بار صرف پہلا حصہ دکھایا اس طرح وہ بے اطمینانی جس نے فوج میں بغاوت کے آثار پیدا کر دیئے تھے۔ دور ہو گئی۔ اور درآء پر حملہ ہجوم کی تیاریاں ہونے لگیں۔ قتل عام لارنس نے دراعہ پر یورش کے زمانہ میں غیر معمولی جنگی قابلیت کا ثبوت دیا۔ اس نے عمان کو بغاوت پر اپنا مرکز توجہ ظاہر کر کے ترکوں کو اس غلط فہمی میں مبتلا کر دیا۔ کہ عرب عمان پر حملہ کرنا چاہتے ہیں۔ دھر ترک عمان کے استحکام میں مصروف تھے۔ اور ادھر اذق میں عربوں کا اجتماع ہو رہا تھا۔ ۱۲ ستمبر کو تمام تیاریاں مکمل ہو گئیں۔ پہلے ریلوے لائن کو تباہ کر کے عمان۔ معان۔ مدینہ۔ ناصہ اور دادنی اردن کے ترک عساکر کا تعلق منقطع کر دیا گیا۔ اور اس کے بعد درآء کے قریب و جوار میں چھوٹے چھوٹے معرکے ہونے لگے۔ یرموک کا پہل جس پر لارنس پہلے بھی ناکام حملہ کر چکا تھا۔ ڈائنسمیٹ سے آڑا دیا گیا۔ اس کے پاس ہی ترکوں کی چوکی تھی۔ انہوں نے بکمال شجاعت و مردانگی مقابلہ کیا۔ لیکن عرب ہر گوشہ سے سیلاب کی طرح اُمنڈ پڑے۔ اور ترکوں کو ایک ایک کر کے قتل کر ڈالا۔ حوران کے دہقان قتل و غارت میں سب سے پیش پیش تھے۔ بچے۔ بوڑھے۔ عورتیں سب اس قتل عام میں حصہ لے رہے تھے۔ غارتگری کا سلسلہ ختم ہوا۔ تو چوکی پر پڑیل چھڑک کر آگ لگا دی گئی۔ آگ کے شعلے بلند ہوتے دیکھ کر دور دور سے عرب باغی کھنچ کر پہنچ گئے۔

عربوں کی پے درپے کامیابیوں نے درآء کے حکام کو خائف کر دیا۔ ان

میں اتنی جرأت نہیں تھی کہ مردوں کی طرح میدان کارزار میں کٹ مرتے۔ اس نے وہ لارنس کے پاس پہنچے۔ اور کہا کہ ہم شہر کے دروازے کھول دیتے ہیں۔ آپ بے غل و غش قبضہ کر لیتے۔ لارنس نے سوچا کہ اگر ایٹلی نے شکست کھائی۔ تو دراعہ پھر ہاتھ سے نکل جائے گا اس لئے مصلحت یہی ہے کہ ابھی دراعہ پر قبضہ نہ کیا جائے۔ چنانچہ اس نے یہ درخواست قبول نہ کی +

یہ مومک کئے پل کے بعد تل اشہاب کے پل کی باری آئی۔ اس پل کی محافظ فوج کا کپتان نسلا ارمی تھا۔ اس نے لارنس سے وعدہ کیا کہ میں باسانی تل اشہاب پر آپ کا قبضہ کرادوں گا۔ صلح یہ قرار پائی کہ ارمی کپتان چار عربوں کو اپنے ساتھ لے جائے۔ اور انہیں اپنے کمرے میں چھپا رکھے۔ پھر اپنے باحت افسروں کو ایک ایک کر کے بوائے اور چاروں عرب کی نگاہ سے نکل کر ان کی مشکیں گس لیں۔ تجویز تو خوب تھی۔ لیکن میں وقت پر ایک جرم کرنیل کی سرکردگی میں ترکوں کا ایک دستہ پہنچ گیا۔ جس نے ارمی کپتان کو غدار کی کے جرم میں گرفتار کر لیا +

لارنس اور اس کے رفقاء روانہ کے قریب وجوار میں مصروف کارزار تھے۔ تنہا میں اطلاع ملی کہ ایٹلی کو عظیم الشان فتح حاصل ہوئی ہے۔ اس خبر کے پہنچتے ہی دراعہ پر حملہ کرنے کا فیصلہ کر لیا گیا۔ اور یہ قرار پایا کہ ہندوستانی سپاہی دراعہ پر بڑھیں۔ آسٹریلیا کی فوج حوران پر حملہ کرے۔ اور بیوزی لینڈ والے عمان کو مرکز ہجوم بنالیں پھر نیوزیلیینڈ کے سپاہی تو عمان کی حفاظت کریں۔ اور باقی دونوں فوجیں دمشق پر حملہ آور ہوں۔ عربوں کی صفائی انیسویں بیان حقیقہ وغیرہ مقامات سے ایٹلی کے حملے نے ترکوں کو

نکال دیا تھا۔ جو ترک آسٹریں اور جرمن سپاہی پہاڑ ہوئے تھے۔ انہیں لارنس اور اس کے رفقاء تو قتل کر ڈالتے تھے۔ اور یا انہیں گرفتار کر لیا جاتا تھا۔ یہ حکم عام تھا کہ ہزیمت خورد ترکوں میں سے ایک بھی بچ کر نکلنے نہ پائے جس رات یہ اطلاع ملی کہ بلغاریہ نے ہتھیار ڈال دیئے ہیں۔ جو ان کی ساری آبادی ترکوں کے خلاف اٹھ کھڑی ہوئی۔ اور انہیں ایک ایک کر کے قتل کر ڈالا گیا۔ ترک فوج کے دوستے جن میں ایک چار ہزار مجاہدین پر مشتمل تھا۔ اور دوسرے میں دو ہزار سپاہی تھے۔ شیخ سعد کی جانب پہاڑ ہو رہے تھے۔ لارنس نے بڑھ کر ان کا راستہ روک لیا۔ انہوں نے بڑی جواہردی سے مقابلہ کیا۔ لیکن ہر گوشہ سے عرب موردِ تلخ کی طرح پیدا ہو رہے تھے۔ اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ساری کاٹنا ترکوں سے آمادہٴ پیکار ہے۔ چنانچہ وہ سب کے سب کٹ مرے۔ مجروح ترکوں پر بھی دم نہیں کیا گیا۔ اور انہیں نہایت بے دردی سے قتل کر ڈالا گیا۔ درآء کی ترک پولیس کے سپاہیوں کو جنہوں نے جو ان کے باغیوں کو سزا دی تھی۔ ریت پر گھسیٹا گیا۔ اور طرح طرح کی اذیتیں دینے کے بعد قتل کیا گیا۔ لارنس نے اس موقع پر کہا تھا: ”میرے نزدیک وہی شخص محبوب ترین ہے جو سب سے زیادہ ترکوں کی لاشیں میرے پاس لائے۔“

ترک۔ آسٹریں۔ جرمن سب کے سب نہایت شجاعت سے لڑے۔ لارنس کا حکم تھا کہ کسی کو گرفتار نہ کرو۔ سب کو قتل کر ڈالو۔ لیکن عربوں کے ایک دستہ کو یہ اطلاع نہیں ملی تھی۔ اور انہوں نے دو سو ترکوں کو گرفتار کر لیا تھا۔ جب وہ قیدیوں

کو لے کر لارنس کے پاس پہنچے۔ تو یکایک ایک عرب جسے ترکوں نے مجروح کیا تھا پیچ اٹھا۔ سب کی نگاہیں اُس کی جانب پلٹ گئیں۔ اور ایک شخص نے پوچھا ”حسن تمہیں کس نے مجروح کیا؟“ اُس نے ترک اسیروں کی جانب اشارہ کیا اپنے ایک ہمراہی کو مجروح دیکھ کر عرب اس قدر براغزوہ ہوئے کہ اُنہوں نے سارے قیدیوں کو قتل کر ڈالا +

غرض کہ اس قدر خونریزی کے بعد درآء ۲۸ ستمبر ۱۹۱۸ء کو فتح ہوا۔ جنرل بیرو جے درآء پر حملہ کا حکم دیا گیا تھا۔ اُس وقت پہنچا۔ جب کہ عرب فہر پر قبضہ کر چکے تھے +





# چودھواں باب

## فتح دمشق

دوسرے دن لائنس موڑ میں بیٹھ کر دمشق پہنچا۔ بقیۃ السیف ترک ابھی تک جا بجا لڑ رہے تھے۔ جرموں کا ایک دستہ آگ کے دریا میں شناوری کر رہا تھا۔ لیکن ان میں کوئی بھی اپنی جگہ سے نہیں ہلا۔ جب افسر حکم دیتا تھا۔ پلٹ کر فریہ کرتے تھے اور بڑھتے چلے جاتے تھے۔ انگریز مورخوں کو بھی ترکوں اور جرموں کی بے مثل شجاعت کا اعتراف ہے +

ہنگامہ کارنار زیادہ دیر تک گرم نہیں رہا۔ تھوڑی دیر میں ہر چہار جانب ترکوں اور جرموں کی لاشوں کے انبار نظر آئے لگے۔ جہاں تک نظر کام کرتی تھی انسان کی زندگی کا ہولناک منظر دکھائی دیتا تھا۔ دمشق کا گورنر علی رضا ترکوں کے خلاف سازش میں شریک تھا۔ اور دمشق کی مجلس وطنیہ کی صدارت بھی اسی کے سپرد تھی۔ لائنس نے ایک سوار کو اس کے پاس بوڈوایا کہ شہر پر عربوں کا علم نصب کر دے۔ علی رضا ۱۷ دمشق ۱۷ مطابق ۱۷۱۷ء میں بعد حکومت حضرت خلیفہ ثنائی مسلمانوں کے حیطہ اقتدار میں آیا ۱۷۱۷ء میں تیرہ سو سال کے۔ پھر نصاریٰ کے قبضہ میں چلا گیا + ۱۷ حاشیہ صفحہ ۷۷

اُس وقت ترکوں کے ایک ہزیمت خوردہ دستے کی کمان کر رہا تھا۔ اُس کے نائب شکاری نے ٹون ہال پر عربی علم نصب کرنے کی سعادت حاصل کی۔ لارنس جب رولز رانس موٹر میں بیٹھ کر ایک فاتح کی حیثیت سے دمشق میں داخل ہوا۔ تو اہل دمشق دو روئینیں ہاندھے کھڑے تھے۔ ٹون ہال کے قریب شامی عربوں کا ہجوم تھا۔ جو دالمانہ رقص سے اپنی آزادی کا اعلان کر رہے تھے۔ اس سارے مجمع میں لارنس یا اُس کے انگریز رفقاء ہی جانتے تھے۔ کہ شامیوں کی آزادی کا خواب کبھی شرمندہ تعبیر نہیں ہوگا۔

لارنس نے اپنی کتاب ”بفت ستون دانش“ کے خاتمہ پر لکھا ہے۔ کہ میں فتح دمشق کے بعد اپنے کمرہ میں تنہا بیٹھا تھا۔ کہ یکایک موزن نے اذان دی۔ اُس نے اذان کے خاتمہ پر کہا کہ ”اے اہل دمشق آج خدا نے ہم پر بہت کرم کیا۔“ یہ واقعہ نقل کر کے وہ لکھتا ہے کہ ان لاکھوں نفوس میں صرف میں اس حقیقت سے آگاہ تھا کہ موزن کا اظہار مسرت بے معنی ہے۔ لارنس آغاز سے یہ جانتا تھا۔ کہ اتحادی شام پر کبھی عربوں کی سیادت تسلیم نہیں کریں گے۔ لیکن وہ انہیں ہمیشہ یقین دلانے کی کوشش کرتا رہا۔ کہ عراق۔ شام اور فلسطین پر ان کا علم اقتدار لہرائے گا۔ اس لئے اس کا یہ اظہار نہ اداست اپنی نیک نیتی کا یقین دلانے کی ایک بے سود کوشش ہے۔

(حاشیہ صفحہ ۷۹) یہ عجیب بات ہے کہ ترک سپاہی جتنے شجاع اور بہادر ہوتے ہیں۔ اُنکے افسر اتنے ہی خدار اور بزدل۔ ترک فوج کے جن افسر نے سازش میں شریک حین اور انگریزوں کو ساتھ دیا اُنکی فیرت بہت طویل ہے۔

”سیون پلر آف د وڈم“

عبدالقادرجزائری اتحادیوں کی فریب کاری کا احساس سب سے پہلے عبدالقادر الجزائری کو ہوا۔ یہ شخص مشہور اسلامی مجاہد امیر عبدالقادر الجزائری کا پوتا تھا۔ چنانچہ اُس نے دمشق میں اتحادیوں کے خلاف علم جہاد بلند کر دیا۔ چند غیور دروزی بھی اُس کے ساتھ شریک ہو گئے۔ لارنس کو اطلاع ملی تو اُس نے شہر کے شمالی حصہ میں فوج پھیلا دی۔ جس نے عبدالقادر کو پس پا کر دیا۔ عبدالقادر اور دروزی بھاگ نکلے۔ اور دوپہر ہوتے ہوئے شہر میں امن ہو گیا +

علی رضا واپس آ گیا۔ اور اُسے دمشق کا گورنر بنا دیا گیا۔ دوسرے دن ایلمنی بھی پہنچ گیا۔ فیصل در آمد سے اپنے رفقا سمیت پہنچا۔ لوگوں نے اُس کا نہایت شاندار استقبال کیا۔ یہاں ایلمنی اور فیصل کی ملاقات ہوئی۔ لارنس اس موقع پر ترجمان کی خدمت انجام دے رہا تھا +

دوسرے دن لارنس نے رخصت طلب کی۔ ایلمنی تو نہیں مانتا تھا لیکن جب لارنس نے سمجھایا۔ کہ میرا یہاں سے چلا جانا ہی قرینِ مصلحت ہے۔ تو وہ مان گیا۔ لارنس جانتا تھا کہ موجودہ نظام حکومت عارضی اور ناپائدار ہے۔ آج ہاں عربی علم لہراتا نظر آ رہا ہے۔ کل وہاں فرانسیسی پرچم بلند رکھائی دینگا۔ اُس وقت میں عربوں کو کیا جواب دوں گا؟ چنانچہ وہ اپنے عرب دوستوں سے رخصت ہوا۔ دو گھر سال جب عربوں کی ساری امیدیں پامال کر دی گئیں تو انہیں لارنس کے دلفریب

عبدالقادر نے پہلے بھی کئی مرتبہ لارنس کو مل کر دیا تھا۔ اس واقعہ سے ایک دو روز پہلے دمشق کے ایوانِ حکومت میں ایک مختصر بزمِ مشاورت منعقد تھی۔ عبدالقادر بھی شریکِ صحبت تھا۔ باتیں کرتے کرتے یکایک وہ خنجر ہاتھ میں لئے لارنس پر حملہ آور ہوا۔ لیکن وہ ابنِ ابوطی نے اُس کو

وعدے یاد آئے۔ انہیں تو فتح تھی مگر لائسن کسی دن واپس آکر میں فرانسیسیوں کی غلامی سے نجات دیکھا۔ آخر ان کا بیٹا ڈنکیب چھلک گیا۔ چند سال کے بعد ہی فرزند ان دروز نے فرانسیسیوں کے خلاف علمِ جہاد باندھ کر دیا۔ فرانسیسیوں نے شامیوں پر جو ظلم توڑے ان کی خونیں داستان گھر گھر مشہور ہے۔ حورانِ آرزق۔ لبنان میں جہاں ترکوں نے خاک اور خون میں بوٹ کر حسین شہید علیہ السلام کی سنت پاریزہ کی تجدید کی تھی۔ شامیوں کا خون بہایا گیا۔ شامیہ ترکوں کے خون کا انتقام تھا۔ جو خدا شامیوں سے لیا گیا +



سین۔ اگرچہ یہ سب کچھ کہ سال بھر تک تو کیفیت رہی کہ جب کوئی بر خانی پیارہ و شوق یا ان کے گرد و فواں میں آتا تھا تو غریب سمجھ کر کہ لائسن واپس آگیا۔ بیابانہ و ڈگڑے گھبر لیتے تھے۔

# پندرھواں باب



## مجلس صلح

لارنس لندن پہنچا۔ اُسے مشرق و مغرب میں امن و امان ہو چکا تھا۔ ایلومبر  
۱۹۱۵ء کو دنیا بھر میں جشن صلح منایا گیا۔ لارنس اس موقع پر لندن میں تھا لیکن  
جنگ کی ہنگامہ آفرینیوں کے بعد اُسے وطن میں امن و سکون کے دن بسر کرنا  
نصیب نہ ہوئے تھوڑے دن ہی گزرے تھے کہ فیصل بھی لندن پہنچ گیا۔ اور  
لارنس اُس کے ساتھ برطانیہ وفد کے ایک رکن کی حیثیت سے پیرس کی مجلس  
صلح میں شرکت کی غرض سے روانہ ہو گیا +

غرب میں لارنس کو فوادی تلوار سے کام لینا پڑا تھا۔ پیرس میں دلائل  
کی تلوار سے کام لینا پڑا۔ مجلس صلح میں دنیا بھر کے مدبر موجود تھے۔ ولسن  
لائیڈ جارج کلینٹن شو۔ مائیکل پیرس۔ سونینو اٹالیا۔ کانامندہ تھا +

۱۵ سونینو اٹالیا کا نامندہ تھا +

نے دلائل و براہین کے اس معرکہ میں طلاق تسانی کے وہ جوہر دکھائے کہ بڑے بڑے مدبر عرش فش کر آٹھے +

شریف چاہتا تھا کہ اس تمام علاقہ پر جس کی زبان عربی ہے۔ اس کی ملکیت تسلیم کر لی جائے۔ اور وہ مکہ معظمہ کو صدر مقام قرار دے کر ایک وسیع سلطنت پر حکمرانی کرے جس میں عراق فلسطین اور شام شامل نہوں۔ ادھر حریفوں کی صرف یہ خواہش تھی کہ اسے شام کا بادشاہ بنا دیا جائے۔ شریف حسین کا مطالبہ تو اتحادیوں کے لئے کسی صورت میں بھی قابل قبول نہیں ہو سکتا تھا۔ لیکن مشکل یہ آپڑی کہ فرانسیسی فیصل کو بھی شام کا بادشاہ تسلیم نہیں کرنا چاہتے تھے۔ جب تک جنگ جاری رہی۔ لائنس نے شریف حسین کو ہمیشہ یہ یقین دلایا کہ اُسے سارے عربستان کا مطلق العنان فرمانروا تسلیم کر لیا جائے گا۔ فیصل سے یہ کہا جاتا رہا کہ شام اس کے زیر نگین ہوگا۔ اور شامی عربوں سے یہ وعدہ کیا جاتا رہا۔ کہ انہیں شریف حسین اور فیصل سے کوئی تعلق نہیں ہوگا۔ بلکہ ان کے ملک کی عنان حکومت انہیں کے قبضہ میں رہے گی۔ لیکن مجلس صلح میں صاف انہیں پھیر لی گئیں اور نہ تو شریف حسین کی خواہش پوری ہوئی۔ نہ فیصل کی اُسید بر آئی اور نہ شامی وطن پرستوں کے جذبات کا احترام کیا گیا +

ایک فرانسیسی نائنڈہ دور کی کوڑی لایا۔ اس نے ایک نہایت فصیح تقریر میں کہا کہ شام پر تو فرانسیسیوں کا پرانا حق ہے۔ باور نہ ہو تو حروب صلیبیہ کی تاریخ اٹھا کر دیکھ لیجئے۔ لائنس نے جو فیصل کی ترجمانی کا حق ادا کر رہا تھا۔ برجستہ جواب دیا کہ صاحب۔ یہ بھی ٹھوٹا رہے۔ کہ حروب صلیبیہ میں کون فتح مند ہوا تھا۔

عرب یا فرانسیسی +

غذاری کا مسئلہ | آخر بڑی دشواری سے فیصل اور فرانسیسی مدبر کلینٹشو میں مفاہمت

ہوئی اور یہ قرار پایا کہ بیروت اور لبنان تو فرانس کے قبضہ میں رہیں۔ اور ملک کے

اندرونی حصہ میں فیصل فرانسیسوں کی مدد سے حکومت کرے۔ لیکن فرانس اس

عہد پر بھی قائم نہ رہا۔ اور کلینٹشو کے مستعفی ہونے کے بعد اس کی حکمت عملی میں بھی

تغیر واقع ہو گئی۔ فیصل دمشق سے نکال دیا گیا۔ وہ بہت عرصہ تک فلسطین۔ اطالیہ

اور انگلستان میں گلیوں کی خاک چھانتا پھرا۔ اور جب تمام دروازے بند پائے تو

مالوس ہو کر مکہ منظر چلا گیا۔ آخر بڑی مشکلوں سے اسے عراق کا فرمانروا تسلیم کیا گیا۔

اور وہ برطانی ہائی کمشنر سر پرسی کاکس کی مدد سے بغداد میں تخت نشین ہوا +

اس طرح شام فرانس کے قبضہ میں رہا۔ عراق پر فیصل متصرف ہو گیا۔ اب

فلسطین رہ گیا تھا۔ لیکن اس سرزمین میں بھی عربوں کے خاص حقوق تسلیم نہیں

کئے گئے۔ بلکہ اسے یہودیوں کا مرکز بنا دیا گیا۔ اور دنیا کے مختلف اطراف و

انکاف سے یہودی ہجرت کر کے وہاں پہنچنے لگے۔ اس حکمت عملی کا نتیجہ یہ ہوا

کہ آج فلسطین میں یہودی اور مسلمان باہمد گردست و گریبان ہو رہے ہیں۔ اور

انگریز باطنیان تمام حکومت کر رہے ہیں +

لیکن انگریزوں اور فرانسیسوں کی مستمرانہ حکمت عملی کے نتائج بھی اچھے

نہیں ہوئے۔ شام میں دروز کے شجاع اور فیور فرزندوں نے سلم جہاد بلند

کر دیا۔ فلسطین میں یہودی انگریزوں کی شہ پاکر عربوں کے خلاف آٹھ کھڑے

ہوئے۔ اور عرصہ تک فلسطین و شام میں خونریزی ہوتی رہی۔ آج جبکہ یہ منظور



لکھی جا رہی ہیں۔ عربستان میں اضطراب برپا ہے۔ اور تمام عرب یہ محسوس کر رہے ہیں کہ انہوں نے اتحادیوں کی مدد کرنے میں شدید غلطی کی تھی۔ اس وقت عراق حجاز۔ نجد۔ شرق اردن۔ شام اور فلسطین میں بظاہر امن ہے۔ لیکن دراصل عربوں کی روح مضطرب ہے۔ اور کیا عجب ہے کہ اس خاک سے پھر جنگ و پیکار کے شعلے بھڑک اٹھیں +

انگریزوں کی نگاہیں اس وقت مملکت نجد و حجاز کے فرمانروا سلطان ابن سعود پر لگی ہوئی ہیں۔ کیونکہ برطانی ارباب سیاست یہ محسوس کر رہے ہیں۔ کہ سلطان اتحاد و غربت مان کے حامی ہیں۔ اور ان کا منتائے نظر بھی یہی ہے۔ کہ ایشیا اور افریقہ کے جن علاقوں میں عربی بولی بولی جاتی ہے۔ اُس کی ایک دولت مشترکہ بنایم کی جائے +

کہا جاتا ہے کہ لارنس اتحادیوں کی اس بے اعتنائی سے بچہ متاثر ہوا اور اُس نے بھی صلح کے بدلے اپنے تمام تنے اس پیغام کے ساتھ محکمہ جنگ میں بھیج دیئے کہ میں عربوں سے ایفائے عہد نہیں کر سکا۔ اس لئے میں ان تمنوں کا مستحق نہیں ہوں اور جب حضور ملک معظم نے اُسے شرف باریابی بخشا۔ تو اُس نے اُن تمام بے انصافیوں کا ذکر کر دیا۔ جو عربوں کے ساتھ کی گئی تھیں۔ لارنس کے تمام سوانح نگار اس امر پر متفق ہیں کہ اس واقعہ نے لارنس کی ساری زندگی تلخ کر دی اور یہی وجہ ہے کہ وہ بغاوت عرب کے بعد عزالت اور گمنامی کی زندگی بسر کر رہا ہے۔ لیکن یہ کہنا مشکل ہے۔ کہ اس افسانہ میں صداقت کا عنصر کس قدر ہے؟

# سو لھواں باب

## ”شا“ اور کرم شاہ

بغاوت عرب کے بعد لارنس کے جذبات افسردہ ہو گئے۔ اور اُس نے نہایت خاموش زندگی اختیار کر لی۔ شاید لارنس کے سوانح نگاروں نے اس عہد کے واقعات کو زیادہ قابل التفات نہیں سمجھا۔ ورنہ ظاہر ہے کہ ایک شخص جسے صدائے جنگ ورباب کی بجائے تلواروں کی جھنکا میں لطف آتا ہو۔ اس فرح گوشہ عزالت میں نہیں بیٹھ سکتا۔ کہ بیرونی دنیا سے اس کا تعلق بالکل منقطع ہو جائے +

لارنس صیغہ پرواز میں | لارنس نے ۱۹۱۹ء کے بعد زیارت ان ری ڈیٹر اور ”سیون پلرز آف وزڈم“ کے نام سے دو کتابیں لکھیں جو بے حد مقبول ہوئیں گویا اُس نے اپنی زندگی کے یہ تین سال علمی مشاغل کے نذر کر دیئے۔ اور اگست ۱۹۲۲ء میں جب اُس کی طبیعت تصنیف و تالیف کے مشغلہ سے اُکتا گئی۔ تو وہ صیغہ پرواز میں ”شا“ کے نام سے شامل ہو گیا۔ اُس نے ابھی اس مشغلہ میں بمشکل چھ ماہ بسر کئے تھے کہ دفعۃً یہ راز کھل گیا۔ کہ لوگ جس شخص کو ”شا“

کے نام سے جانتے ہیں۔ وہ درحقیقت بغاوت عرب کا سالارا عظیم کرنل لارنس ہے۔ اخبارات میں کرنل لارنس کی اس پراسرار عظمت گزینی کے متعلق طویل مضمون لکھے گئے۔ کیونکہ جن لوگوں کو اس کے کارناموں کا علم تھا۔ ان کے لئے اس امر پر یقین کرنا دشوار تھا۔ کہ لارنس کسی خاص مقصد کے بغیر صیغہ پرواز میں ایک کلرک کی حیثیت سے شامل ہو سکتا ہے + وزیر صیغہ پرواز کو اندیشہ ہوا۔ کہ معاملہ بڑھا۔ تو پارلیمنٹ میں سوالات کئے جائیں گے۔ اور یہ شبہ کیا جائے گا۔ کہ صیغہ پرواز میں لارنس کی شمولیت کسی پراسرار مقصد کے ماتحت ہے چنانچہ اُس نے فروری ۱۹۲۲ء میں لارنس کو علیحدہ کر دیا +

اس کے بعد لارنس نے ٹینک کاپس میں ملازمت حاصل کر لی۔ دو سال اسی صیغہ میں رہا۔ یہ زمانہ ڈورچسٹر میں بسر ہوا۔ اور اُس نے اپنی کتاب ”سیون پلز آف ڈوڈم“ کی تکمیل نہیں کی +

پھر صیغہ پرواز میں لارنس اپنے موجودہ مشغلہ سے مطمئن نہیں تھا۔ اُس نے پھر صیغہ پرواز میں شامل ہونے کی کوشش کی۔ اُس کے ایک دوست نے جو انگلستان میں خاص اثر و سوخ رکھتا تھا وزیر اعظم سے سفارش کی۔ اور لارنس کو پھر صیغہ پرواز میں منتقل کر دیا گیا لیکن اس مرتبہ اسے انگلستان میں نہیں رہنے دیا گیا۔ بلکہ پہلے کراچی میں۔ اور پھر سرحد افغانستان کے ایک غیر معروف مقام میراں شاہ میں بھیج دیا گیا +

صیغہ پرواز میں اس کے تقرر کے متعلق بہت اخفا سے کام لیا گیا اس کے رفقا میں سے بھی کسی کو علم نہیں تھا۔ کہ شخص کون ہے؟ جب ڈورچسٹر میں

یہ خبر مشہور ہوئی۔ کہ کرنل لارنس آج کل یہاں ہے تو اس کے رفقا اس کے خط و خال سے پہروں اس تصویر سے مقابلہ کرتے رہتے تھے جو بغاوت عرب کے زمانے میں بعض اخبارات میں شائع ہوئی تھی لیکن بہت تلاش و جستجو اور تحقیق و تدقیق کے بعد بھی وہ یہ فیصلہ نہیں کر سکے۔ کہ ”شا“ اور کرنل لارنس میں کوئی نسبت ہے +

پیرکرم شاہ | لارنس جن دنوں میراں شاہ میں تھا۔ امرتسر میں ایک پراسرار شخص نمودار ہوا جس کی کرنجی آنکھوں اور سنہری بالوں نے لوگوں کے ذہن میں یہ شبہ پیدا کر دیا۔ کہ وہ کوئی انگریزی الاصل شخص ہے۔ وہ اپنا نام کرم شاہ بتاتا ہے۔ اس کے پاس درو دولت کی فراوانی ہے۔ تو ہم پرست غورتیں اسے گھیرے رہتی ہیں۔ اس کی عادات و تعامُل میں کسی قدر رسائیت ہے۔ وہ بظاہر کوئی دانشمند اور مختلط شخص نہیں اگرچہ وہ اپنے خط و خال سے انگریز معلوم ہوتا ہے۔ لیکن اپنے آپ کو ترکستان کا باشندہ بتاتا ہے۔ بظاہر ترکی فارسی اور عربی میں سے کسی زبان پر اسے عبور نہیں۔ حتیٰ کہ وہ اردو بھی صفائی اور روانی سے نہیں بول سکتا۔ عوام میں یہ افواہ مشہور ہو گئی۔ کہ پیرکرم شاہ درحقیقت کرنل لارنس ہے + ایک موقع پر عوام کے ایک غلط آلود مجمع نے جو اسے مشرقی مالک کی تباہی کا ذمہ دار سمجھتا تھا۔ اسے پیٹ ڈالا تو اس کے

۱۹۴۸ء میں لاہور میں جبکہ پنجاب کے ممتاز رہنما لالہ لاجپت رائے کی ارتقائی لے جا رہے تھے۔ پیرکرم شاہ موٹر میں آمادہ کرائی دیا۔ مجمع میں سے کسی نے کہا کہ لارنس ہم جھینکتا چاہتا ہے۔ اس پر لوگ پیرکرم شاہ پر ٹوٹ پڑے۔ پولیس نے اسے بچا لیا اور تھوڑی دیر گھانے میں رکھ کر چھوڑ دیا +

عرصے میں اس افواہ نے قبول عام حاصل کر لیا۔ کہ لارنس جس نے عربوں کو تباہ کیا اب پیر کریم شاہ کے لباس میں جلوہ گر ہے +

پُر اسرار مراجعت آخر کار بعض نیم سرکاری اخبارات میں اعلان کیا گیا۔ کہ کرنل لارنس "دشا" کے نام سے میراں شاہ میں مقیم ہے۔ اسی زمانے میں افغانستان کے مطلع پر انقلاب کے بادل چھا گئے۔ اور ادھر عوام میں یخبر گرم ہوئی۔ کہ فتنہ افغانستان سے لارنس کا گہرا تعلق ہے۔ ان افواہوں کی بنا پر حکومت نے کرنل لارنس کو سرحد سے انگلستان بھیج دیا۔ ۸ جنوری ۱۹۲۹ء کو وہ لاہور پہنچا۔ لیکن وہ نہ تو کسی اخبار کے نمائندے سے ملا۔ اور نہ اس کی آمد کی عوام کو اطلاع ہوئی۔ یہاں سے وہ بھٹی روانہ ہو گیا۔ اور ۱۲ جنوری کو انگلستان جانے والے ایک جہاز پر سوار ہو گیا + اس واقعہ سے عوام کی قیاس آرائیوں کا خاتمہ نہیں ہوا۔ بلکہ لوگ یہی کہتے رہے۔ کہ اصل لارنس ہندوستان میں ہے۔ اور جو شخص انگلستان بھیجا گیا ہے۔ اُس کا ہم شبیہ ہے + ان شبہات کو ایک اور واقعہ سے تقویت ہوئی۔ کہتے ہیں۔ کہ لارنس جب لندن پہنچا۔ تو فوٹو گرافروں اور اخبارات کے نمائندوں کی ایک جماعت اُس کا استقبال کرنے کے لئے موجود تھی اُس نے کسی جانب توجہ نہیں کی۔ اور ایک موٹر پر بیٹھ کر اس طرح نکل گیا۔ کہ نہ تو فوٹو گرافر اُس کی تصویر کھینچ سکے۔ اور نہ اخبارات کے نمائندے اُس سے بات کر سکے۔ لیکن ان لوگوں کو جب معلوم ہوا۔ کہ لارنس فریب دے کر نکل گیا۔ تو انہوں نے موٹروں میں بیٹھ کر اُس کا تعاقب کیا۔ ادھر لارنس کی موٹر پیچیدہ گلی کوچوں سے گزرتی ہوئی کنسٹن کے ایک عالی شان مکان کے سامنے جا کر رُک گئی۔ وہ دونوں ہاتھوں سے اپنا چہرہ چھپا کر اتریا۔ اور مکان

یس گھس کر دروازہ بند کر لیا +

اس کے اس حیرت انگیز طریق عمل نے ایک شور برپا کر دیا۔ ڈوبلی نیوز نے جو انگلستان کے مقتدر ترین جراند میں ہے۔ ایک نہایت ہوش پرور مقالہ میں حکومت سے استفسار کیا کہ کرنل لارنس جیسے مشہور شخص کے سفر کو مخفی اور پوشیدہ رکھنے میں اس قدر اہتمام کیوں کیا گیا؟ اس نے نائن گان جراند کے سوالات کا جواب کیوں نہیں دیا؟ اپنا چہرہ کیوں ڈھانپ لیا؟ غرض کہ صرف ہندوستان میں ہی نہیں۔ بلکہ انگلستان میں بھی کرنل لارنس کے اعمال مدتوں بحث و نظر کا مرکز بنے رہے۔ اور اس کی نئی سرگرمیوں کے متعلق طویل مضامین لکھے جاتے رہے۔  
فقتہ افغانستان اور لارنس | یہ کہنا مشکل ہے کہ افغانستان کی بغاوت کے حقیقی اسباب و محرکات کیا تھے۔ لیکن فرانس۔ امریکہ اور جرمنی کے بعض جراند نے

اس نے ایک ولایتی اخبار کے نمائندے کے اصرار پر کہا تھا کہ میرا نام اس میں ہے اور میں لارنس کو جانتا بھی نہیں +

اسے کلکتہ کے مشہور اخبار "برٹش" نے اپنی اشاعت مورخہ ۲۲ جون ۱۹۲۹ء میں اپنے ایک نامہ نگار کا اہم مکتوب شائع کیا تھا۔ جو برلن کے ایک کثیر الاشاعت جریدہ کے بیان پر مشتمل تھا۔ اس بیان کی حسب ذیل سطور خاص طور پر قابل غور ہیں :-

اب تک انگلستان اس بات سے انکار کرتا رہا ہے کہ کرنل لارنس کی مشہور و پیرا سر شخصیت کا بغاوت افغانستان سے کوئی تعلق ہے۔  
 لیکن جب ہیڈنبر شائع ہوئی کہ اس مشہور و معروف انگریزی ایجنٹ نے ہندوستان کے محکمہ پرواز میں ایک مہمونی سپاہی (ماخطہ صفحہ ۹۲)

دینی زبان سے یہ شبہ ظاہر کیا ہے کہ لارنس اس فتنہ کا مبداء تھا۔ اور وہ آگ جس نے جلال آباد کو جلا کر خاکستر کر دیا۔ لارنس یا اسی قسم کے کسی فتنہ پرور شخص کی لگائی ہوئی تھی۔

اس شبہ کو سب سے زیادہ اس حقیقت سے تقویت ہوتی ہے کہ بغاوت عرب اور شورش افغانستان کے خال و خط بہت متشابہ و متماثل واقع ہوئے ہیں جس طرح عربستان میں ترکوں کے الحاد و زندہ کی داستانوں کو شہرت دی گئی۔ اسی طرح افغانستان میں شاہ امان اللہ خاں کے تفریح اور بے دینی کے افسانوں سے عوام کے جذبہ حیثیت دینی کو برا نگینہ کیا گیا۔ اور علماء و مشائخ نے بالاتفاق ان کے خلاف کفر کا فتویٰ دے دیا۔

(بقیہ حاشیہ) کی حیثیت میں "شا" کے نام سے ملازمت حاصل کر لی ہے۔ باختر حلقوں پر یہ حقیقت ظاہر ہو گئی۔ کہ یہ کسی خاص مقصد کی تکمیل کرنا چاہتا ہے۔ اب یہ بات قطعی طور پر ثابت ہو چکی ہے کہ کرنل لارنس جو محاربہ عظیم کے دوران میں عربستان کے اندر برطانیہ کی عظیم القدر خدمات انجام دے چکا ہے۔ کرم شاہ کے نام سے ایک عرب ملازمین کے ساتھ مل کر ان کے علاقہ میں رہا ہے۔ وہاں اس نے اپنے آپ کو صاحب کشف و کرات اور خدا رسیدہ بزرگ ظاہر کیا۔ اور افغان قبائل کو یہ کہہ کر شاہ امان اللہ خاں کے خلاف برا نگینہ کیا کہ شاہ موصوف نے اسلام کی آبرو کھو دی۔ اسلامی قوانین و احکام کی خلاف ورزی کی۔ جو لوگ ان کی پیروی کریں گے۔ انہیں اللہ تعالیٰ سزا دیگا (ملاحظہ ہو صفحہ ۹۳)



بغاوت عرب کے ذکر میں آپ نے دیکھا ہوگا۔ کہ بڑے بڑے امراء شیوخ  
 جنہیں ترکوں کے عہد حکومت میں خاص رسوخ حاصل تھا۔ بغاوت میں شریک  
 تھے۔ بعض نے علانیہ سرکشی کی۔ اور جن سے یہ نہ ہو سکا۔ وہ خفیہ طور پر باغیوں  
 کی امداد کرتے رہے۔ شورش افغانستان کے زمانہ میں بھی یہی ہوا۔ محمد ولی خاں  
 یکیل السلطنت جو شاہ امان اللہ خاں کے عہد میں سب سے زیادہ بااثر شخص  
 تھا۔ باغیوں کی اعانت میں سب سے پیش پیش تھا۔ محمد سامی جو کابل کی فوج کا  
 افسر اعلیٰ تھا۔ بچہ ستھ کی حمایت کا عہد کر چکا تھا۔ یہ ظاہر ہے کہ ایسے ایسے  
 بلند مرتبہ لوگ کسی خارجی اثر کے بغیر اپنے آقاؤ ولی نعمت سے غداری نہیں  
 کر سکتے تھے۔ اب رہا غازی امان اللہ کا الحاد و زندہ جو جسے بغاوت کی علت معل

(بقیہ حاشیہ) افغانستان کے شریف گھرانوں کی جو ۱۶ لڑکیاں بغرض حصول  
 تعلیم ترکی بھیجی گئی تھیں۔ وہ کرنل لارنس کے ایما سے درہ خیبر میں روک  
 لی گئیں۔ اور انکا فوٹو لیا گیا۔ بعد میں اس فوٹو سے ایسی مصنوعی تصاویر  
 تیار کی گئیں۔ جن میں ان لڑکیوں کو اس حالت میں دکھایا گیا تھا کہ  
 وہ پامیوں کے ہاتھوں میں ہاتھ ڈالے کھڑی ہیں۔ اسی طرح ملکہ ثریا  
 کی مصنوعی تصاویر تیار کی گئی تھیں۔ جن میں دکھایا گیا تھا کہ فیہر محرم شنہا  
 ان کے ہاتھوں کو بوسہ دے رہے ہیں۔ یہ تصویریں ہزاروں  
 کی تعداد میں افغانستان کے ان علاقوں میں جہاں کی آبادی بالکل جاہل  
 ہے۔ اس غرض سے تقسیم کی گئیں۔ تاکہ وہ یہ سمجھ لیں کہ اعلیٰ حضرت اور  
 ان کی ملکہ نے اسلام ترک کر دیا +

قرار دیا جاتا ہے۔ تفحص سے کام لیا جائے۔ تو بھی ایک دور از کار افسانہ نکلے گا۔ اگر شاہ امان اللہ کے الحاد کی دلیل اُن کا مغربی لباس ہو سکتا ہے۔ اور اسے بغاوت کی علت قرار دیا جاسکتا ہے۔ تو افغانستان میں اُسی دن بغاوت برپا ہو جاتی۔ جس دن امیر حبیب اللہ خان مرحوم کے خاندان کے اکثر افراد نے افغانی لباس اختیار کر لیا تھا۔ جن لوگوں نے افغانستان کے حالات کا سائنہ بدت نظر کیا ہے۔ اور امیر حبیب اللہ خان کے عہد حکومت کے صحیح واقعات سے آگاہ ہیں۔ وہ جانتے ہیں کہ امیر شہید کے زمانہ میں افغانوں کی نگاہیں مغربی لباس دیکھنے کی عادی ہو چکی تھیں۔ اور یہ کوئی ایسی چیز نہیں تھی۔ جو انہیں بغاوت پر آمادہ کر دیتی +

کہا جاتا ہے کہ غازی امان اللہ خان کی نگاہوں کو مغربی جاہ و جلال نے خیرہ کر دیا۔ اور وہ سرزمین فرنگ سے عبودیت فکر کی متلع لے کر واپس لوٹے۔ لیکن اس بیان میں ذرہ بھر صداقت نہیں۔ سیاحت فرنگ کے زمانہ میں جب انہیں جمعیت الاقوام میں دعوت شرکت دی گئی۔ تو انہوں نے جواب دیا۔ کہ میں مشرقی اقوام کے لئے ایک علیحدہ جمعیت کا قیام چاہتا ہوں۔ مشرق و مغرب کی روایات اس قدر مختلف واقع ہوئی ہیں۔ اور اُن کے مقاصد میں اتنا بقدر ہے کہ وہ ایک مجلس میں پہلو پہلو بیٹھ نہیں سکتے۔ جس شخص کو اپنی مشرقیت کا اتنا پاس ہو۔ آس پر مغرب پرستی کا الزام لگانا صریح ظلم نہیں تو اور کیا ہے ؟

لاول ماس | لائسنس کا سوانح نگار ناول ماس جو بدت تک اس کے ساتھ عرب میں رہا ہے۔ شنواریوں کی بغاوت سے کچھ عرصہ پہلے افغانستان کی سیاحت

کر چکا تھا۔ لاول ٹامس کی سیاحت کے واقعات جب اخباروں میں شائع ہوئے تو لوگوں نے اس سے یہی نتیجہ نکالا کہ لاول کا یہ سفر لارنس کی سرگرمیوں سے کوئی خاص تعلق رکھتا ہے +

لیکن لاول ٹامس کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ اُس کا سفر بالکل غیر سیاسی حیثیت رکھتا تھا۔ وہ عرب میں بھی اس لئے گیا تھا۔ تاکہ بغاوت کے سربراہ اور وہ رہنماؤں اور اہم مقامات کی تصویریں حاصل کرے۔ اور افغانستان کی سیاحت کا بھی یہی مقصد تھا کہ اس ملک کے صحیح حالات سے اہل مغرب کو روشناس کرایا جائے۔ چنانچہ اُس نے ایک ضخیم کتاب لکھی۔ جو اُس کے واقعات سفر اور افغانستان کے طرز حکومت اور معاشرت پر مشتمل ہے +

بہر حال یہ امر قرین قیاس ہے کہ فتنہ افغانستان کسی حد تک خارج اثر کارہن وقت تھا۔ لیکن یہ کہنا مشکل ہے کہ اُس سے کرنل لارنس کا واقعی کوئی تعلق تھا۔ اس باب میں جس قدر قیاس آرائیاں کی گئی ہیں تسامح سے بری نہیں۔ اور اس نوع کا کوئی قطعی ثبوت موجود نہیں جس کی بنا پر لارنس کو بغاوت افغانستان کا ذمہ دار قرار دیا جاسکے +

ایسے واقعات عوام کے ذوق افسانہ طرازی کے لئے ایک عمدہ موقع مینا کر دیا کرتے ہیں۔ چنانچہ لارنس کے اعمال کے متعلق اخبارات میں متعدد مضامین شائع ہوئے جن میں واقعت سے زیادہ افسانہ کا عنصر تھا۔ ان مضامین کی تردید میں سول اینڈ ملٹری گزٹ اور دوسرے جرائد نے جو مضامین لکھے۔ وہ بھی کم مضحکہ خیز نہیں تھے۔ چنانچہ سول نے کرنل لارنس اور کرم شاہ کا موازنہ کرتے ہوئے لکھا تھا کہ

پیر کرم شاہ کا قد لانس سے بارہ انچ لمبا ہے۔ لانس کا قد پانچ فٹ ساڑھے پانچ انچ ہے۔ سول کی روایت کے مطابق پیر کرم شاہ کا قد چھ فٹ ساڑھے پانچ انچ ٹھہرا +

جنوری ۱۹۲۹ء میں اخبارات نے ایک شخص ڈاکٹر ہیولاک نام کا طویل بیان شائع کیا جس کا ملخص یہ تھا کہ افغانستان کے قبائل کو دو شخص برائے گنہگار ہے ہیں۔ ان میں ایک روس کا مشہور جاسوس ٹریش ٹنگن ہے۔ اور دوسرا کرنل لانس۔ لانس نومبر کے تیسرے ہفتے میں کامل ہنچا اور شاہ امان اللہ خاں اور وزیر جنگ سے ملاقات کر کے غائب ہو گیا +

ہیولاک کے بیان کی طرح اور بھی اکثر بیانات اخباروں میں شائع ہوئے جن میں سے اکثر بیحد مبالغہ آمیز معلوم ہوتے ہیں۔ بہر حال فتنہ افغانستان سے لانس کا تعلق ہو یا نہ ہو۔ دنیا جانتی ہے کہ شہزادیوں کا فتنہ حکومت سے دب نہ سکا۔ بغاوت سارے ملک میں پھیل گئی۔ شاہ امان اللہ خاں قندھار چلے گئے۔ پچھوٹا جو ایک معمولی رہزن تھا۔ تھوڑی سی جمعیت کے ساتھ کابل پر تصرف ہو گیا۔ اور شاہی فوجیں منہ بھرتی رہ گئیں۔ زمانہ نے وہاں بھی اُٹا۔ کہ شاہ امان اللہ نے دل برداشتہ یورپ کا غم کیا۔ پچھوٹا کی قوت کو زوال ہوا اور آخر کار جنرل نادر خاں نادر شاہ کے نام سے تخت سلطنت پر بیٹھ گئے +

لانس کے موجودہ مشاغل | لانس آج کل کہاں ہے؟ ایک بیان ہے کہ وہ پھر صحرائے عرب میں داخل ہو گیا ہے۔ بعض لوگ فلسطین کے اضطراب اور تحریک

۱۵ سول اینڈ ٹری گزٹ جابت ۲۱ جنوری ۱۹۲۹ء +

سیونیان سے بھی اُس کا تعلق جلتے ہیں۔ ایک اور اطلاع سے معلوم ہوتا ہے کہ اُس نے ترکی کی حدود میں داخل ہونے کی کوشش کی۔ لیکن ترک مقام نے اُسے روک دیا۔ اس سے زیادہ حیرت انگیز اطلاع ہے۔ کہ لارنس کو ترک حکام نے گرفتار کر لیا۔ لیکن ان اطلاعات میں کوئی بھی قابل یقین و وثوق نہیں اور قطعی طور پر نہیں کہا جاسکتا کہ لارنس کہاں ہے۔ اور اُس نے آجکل کس ملک کو اپنی جولانی کا بنار کھا ہے +



لے لاول لارنس کا بیان ہے کہ میجر رائل لارنس کے ہر روز سے باخبر تھا۔ اور لگژری زندگی رہتا تو لارنس یقیناً اُسے اپنے مشاغل سے مطلع کرتا رہتا۔ لیکن کچھ عرصہ ہوا کہ رفتہ رفتہ غم میں اُس کا انتقال ہو گیا۔ اور دنیا لارنس کے حالات معلوم کرنے کے لیے اس فریڈ سے بھی محروم ہو گئی۔

# سترھواں باب

## لارنس کی سیرت پر ایک اجمالی نظر

لارنس اپنی ظاہری شکل و صورت کے اعتبار سے کوئی باوقار شخص نہیں۔ اور یہی وجہ ہے کہ لوگ اُسے دیکھ کر اُس کے خصائص سیرت کے متعلق کوئی صحیح اندازہ نہیں کر سکتے۔ اُس کا قد پانچ فٹ ساڑھے پانچ انچ ہے اُس کے گورے رنگ سے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ اُس نے اپنی عمر کا ایک حصہ عرب جیسے ملک میں جہاں شدت کی گرمی پڑتی ہے بسر کیا ہے۔ اُس کی آنکھیں نیلی ہیں۔ جو بہیم حرکت کرتی ہوتی ہیں۔ ہاتھ اور پاؤں چھوٹے چھوٹے ہیں۔ ٹانگیں جسم کے بالائی حصہ کے مقابلہ میں چھوٹی اور حقیر نظر آتی ہیں۔ اُس کا سر بہت بڑا ہے۔ وہ عام طور پر ہاتھ سینہ کے نیچے باندھ لیتا ہے۔ اور سر جھٹکا کر چلتا ہے۔ غرضیکہ جاہت ظاہری کے اس نقد ان نے اُس کی حقیقی عظمت پر پردہ ڈال دیا ہے۔ اور جو لوگ اُسے اچھی طرح نہیں جانتے۔ اُسکی وضع قطع سے ہمیشہ اُس کے متعلق غلط عقیدہ قائم کر لیتے ہیں۔ امریکہ کے ایک جریڈ نگار نے ایک مرتبہ اُس کے متعلق لکھا کہ لارنس اپنے پہرہ سے سریشیا کی ایک نازنین رقمصر معلوم ہوتا ہے۔

عادتا

اولی تولانس کی صورت اُس کی سیرت کی پردہ دار واقع ہوئی ہے۔ اور پھر وہ ہمیشہ یہی سعی کرتا ہے کہ اُس کا وجود دنیا کے لئے ایک عملی بنار ہے۔ وہ اپنے آپ پر ایک نیم مد ہوشی کی سی کیفیت طاری کر لیتا ہے۔ اُس کی ہر ادا سے حماقت مترشح ہوتی ہے۔ اور دیکھنے والے اُسے ایک سادہ لوح شخص سمجھ لیتے ہیں۔ وہ لوگ جنہوں نے اُس کی ذکاوت طبع کے واقعات کتابوں میں پڑھے ہیں۔ اُس سے ملتے ہیں۔ تو یہ یقین کرنے پر مجبور ہو جاتے ہیں کہ لانس جس نے عرب کے سرکش قبائل کو رام کر لیا تھا۔ اس خاموش اور سادہ لوح انسان سے بالکل مختلف ہے۔ لوگوں کو اپنے متعلق ایک غلط خیال میں مبتلا کر دینا اُس کے مخصوص مشاغل کے لئے نہایت مفید ہے۔ لیکن جب وہ چاہتا ہے۔ عوام کو اپنی شخصیت سے مرعوب کر دیتا ہے۔ بعض اوقات وہ وارفتگی اور بے خودی کا نقاب اٹھ دیتا ہے۔ اور وہ لوگ جو چند لمحہ بیشتر اُسے ایک ناقابل التفات انسان سمجھے ہوئے تھے۔ ایک بیک مسخ ہو جاتے ہیں +

لانس کا ایک وصیت خاص اُس کی کہ گوتی ہے۔ وہ اکثر خاموش رہتا ہے اور جب بولتا ہے تو مختصر جملوں میں اپنا مطلب ادا کر دیتا ہے۔ اُس کے لبوں پر ہمیشہ ایک خفیف سی مسکراہٹ دکھائی دیتی ہے۔ بعض اوقات خند و مذاہن کی حد تک پہنچ جاتی ہے۔ لیکن اُسے بہت کم قہقہہ مار کر ہنستے دیکھا گیا ہے + وہ دوسرے لوگوں کے ساتھ ایک میز پر بیٹھ کر اکال و شراب پسند نہیں کرتا۔ کھانے کے اوقات کے بارے میں بھی وہ زیادہ پابند نہیں۔ اُس کی غذا نہایت مختصر اور سادہ و عام طور پر صرف روٹی اور کھجور پر زندگی بسر کرتا ہے۔ وہ شراب پر سادہ پانی کو ترجیح



دیتا ہے۔ رابرٹ گریوز کا بیان ہے کہ لارنس ایک مرتبہ مجھ سے ملنے آیا۔ میں نے اُسے ناشتہ میں شرکت کی دعوت دی۔ لیکن اُس نے انکار کر دیا۔ بد میں مجھے معلوم ہوا کہ اُس نے چار خبثہ سے شہیدہ تک کھانا نہیں کھایا۔ اس عرصہ میں اُس نے صرف تھوڑی سی مٹھائی اور ایک نازنگی کھائی تھی۔ اور چائے کا ایک پیالہ پیا تھا۔

سونے کے اوقات کے بارہ میں بھی وہ زیادہ پابند نہیں۔ آدھی رات کے بعد اُس پر غودگی سی طاری ہوتی ہے۔ اور بہت دیر تک نیم بیداری کے عالم میں بڑا رہنے کے بعد وہ کہیں سوتا ہے۔ وہ جلسوں اور سیلوں میں شرکت کا خوگر نہیں اور عموماً اپنا دائرہ ملاقات وسیع کرنے سے متنبہ رہتا ہے۔ اُس کے پاس سیکڑوں خطوط آتے ہیں۔ لیکن ان میں سے بہت کم قابل التفات سمجھے جاتے ہیں۔ البتہ اگر اسے معلوم ہو جائے کہ فلاں شخص مجھ سے زیادہ نہ جب فضل و کمال ہے۔ تو وہ اُس سے ضرور ملاقات کر کے استفادہ کرنے کی کوشش کرے گا۔

سب سے عجیب بات تو یہ ہے کہ کس طرح اُس کے پرانے دوست بھی بعض اوقات اُس سے نہیں پہچان سکتے۔ اسی طرح وہ بھی انہیں نہیں پہچانتا۔ بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ وہ اپنی ماں اور بھائیوں کو بھی پہچان نہیں سکتا۔

معلوم ہوتا ہے کہ لارنس کے تاب میں کسی شخص کے لئے محبت کا جذبہ پیدا نہیں ہوتا۔ عورتوں سے اُسے کوئی اُنس نہیں۔ اور اگرچہ انگلستان کی حسین ترین لڑکیوں کی یہ تمنا ہے کہ اُنہیں لارنس کی رفیقہ حیات بننا نصیب ہو جائے۔ لیکن لارنس غریب لطیف میں کوئی کوشش محسوس نہیں کرتا۔ اور جو لوگ اُسے اچھی طرح جانتے

ہیں۔ اُن کا بیان ہے کہ وہ اپنی وارستہ مزاجی کی بدولت ازدواجی زندگی کے فرائض سے عمدہ براہونے کی صلاحیت نہیں رکھتا۔

غرض کہ لارنس کے صرف وہ اعمال ہی حیرت انگیز نہیں جن سے تاریخ کے ادراک مایوس ہیں۔ بلکہ اُس کے ذاتی حالات۔ عادات و خصائل بھی ایک سلسلہ نفیات کے لئے مستقل غور و فکر کا سامان بہم پہنچا دیتے ہیں +

علمی استعداد اہم اس کتاب کے آغاز میں لارنس کی علمی استعداد کا ذکر چکے ہیں۔ اُس کا مطالعہ بہت وسیع ہے۔ اور قرون وسطیٰ کے مسیحی مجاہدین کے کارناموں کے علاوہ تمدن حاضر کے بڑے بڑے کارآزمودہ جرنیلوں کے حالات بھی اُس کے دائرہ علم و نظر سے باہر نہیں لیکن وہ بڑے بڑے کشور کشاؤں سے بھی کوئی خاص عقیدت نہیں رکھتا۔ عوام کا قاعدہ ہے۔ کہ وہ بعض لوگوں کو اُن کی جلالتِ قدر و عظمت اور غیر معمولی شہرت کی بنا پر فوق الفطرت انسان سمجھ لیتے ہیں۔ لیکن لارنس کی یہ کیفیت نہیں یوں کہنا چاہئے کہ وہ شخصیت کے بُتوں کی پرستش نہیں کرتا۔ یہ الگ بات ہے کہ اُس کے کارناموں نے ایک ایسا گروہ پیدا کر دیا ہے۔ جو اُس سے اپنا معبود سمجھتا ہے۔ اور اُس سے اسی نوع کی دالہ و عقیدت رکھتا ہے +

لارنس شاعر بھی ہے۔ فلسفی بھی اور مورخ بھی۔ وہ کئی زبانوں میں مہارت رکھتا ہے۔ اور فرانسیسی اطالوی ہسپانوی جرمن نہایت مصفاۃً اور روانی کے ساتھ بول سکتا ہے۔ بالینڈ اور ناروے کی زبانوں میں بھی آہستہ درخور ہے۔ اور کسی قدر آرو بھی بول سکتا ہے +

لارنس مصنف کی حیثیت میں لارنس کو دنیا ایک مصنف کی حیثیت سے بھی جانتی ہے۔

اُس نے دو کتابیں لکھی ہیں۔ "سیون پلرز آف وزڈم" اور "ریوولٹ ان دی ڈورٹ" یہ دونوں اُس کے مشاہدات اور بغاوت عرب کے حالات پر مشتمل ہیں۔ "سیون پلرز آف وزڈم" کے دس حصے ہیں۔ اُس نے فروری ۱۹۱۹ء میں اسے بمقام پیرس لکھنا شروع کیا۔ اور جون تک سات حصے لکھ ڈالے۔ اُس کی تمہید کا آغاز اُس نے قاہرہ کے فضائی سفر کے دوران میں کیا تھا۔ لندن میں اُس نے اس کا اٹھواں حصہ لکھا۔ لیکن دسمبر ۱۹۱۹ء میں کسی نے کتاب کا مسودہ چڑایا۔ چور کا کوئی سراغ نہیں مل سکا لیکن اُس کے دوستوں کا خیال ہے کہ اس چوری میں سیاسی اغراض پنہاں تھیں +

جب اُس نے دوبارہ کتاب لکھنا شروع کی۔ تو اکثر یادداشتیں تلف ہو چکی تھیں۔ حافظہ کماں تک کام دیتا۔ لیکن کرنل ڈانی جس نے دونوں مسودے دیکھے ہیں۔ لکھتا ہے کہ ایک باب تو ایسا ہے جو حرف بحرف پہلے مسودے سے ملتا ہے۔ لارنس نے پوری کتاب تین ماہ میں لکھ ڈالی۔ لیکن غرض تک اسکی اصلاح اور کاٹ چھانٹ ہوتی رہی۔ اور اس طرح یہ کتاب ۱۹۲۰ء میں مکمل ہوئی۔ کتاب میں جا بجا کچھ کچھ پر حلقے کئے گئے ہیں۔ اور بعض مقامات نہایت فحش ہیں۔ اس کی تحریر میں انگلستان کے بعض مشہور دانشپردانوں کی اعانت بھی شریک تھی۔ کتاب میں تصاویر کا خاص اہتمام کیا گیا ہے۔ لیکن اس کی صرف ایک جلدیں چھپوائی گئیں۔ جن پر تیرہ ہزار پونڈ صرف ہوئے۔ اور لارنس کو دس ہزار پونڈ کا خزانہ اٹھانا پڑا +

اسی کتاب کیا ہے۔ ادیسری نظر سے نہیں گزری تھی اسکے متعلق بابرٹ گریون کی کتاب "لارنس اینڈ دی ارب" سے کچھ تدریجی معلومات حاصل ہوئی ہیں لیکن ریوولٹ ان دی ڈورٹ کتب فروشوں کے ہاں عام ملتی پڑتی

”ریوولٹ ان دی ڈزرت“ میں بغاوت عرب کے حالات نہایت سادہ

زبان میں بیان کر دیئے گئے ہیں۔ اس کے مٹا لو سے معلوم ہوتا ہے کہ عربوں کو  
تیکوں کے رسم و رواج اور اسلامی ممالک کے جغرافیائی حالات کی نسبت فرانس کی  
معلومات نہایت وسیع ہیں۔ یہ کتاب زیادہ کامیاب ہوئی +

ذہبی عقاید لارنس کے مذہبی عقاید کے متعلق بھی عجیب و غریب آراء ظاہر کی جا رہی ہیں  
کسی زمانہ میں مشہور ہو گیا تھا کہ اُس نے اسلام قبول کر لیا ہے لیکن یہ صحیح نہیں  
یہ ہو سکتا ہے کہ اُس نے عربوں میں اثر و رسوخ حاصل کرنے کے لئے اپنے مسیحی عقائد  
کا اخفائی مناسب سمجھا ہو۔ مگر اس کے یہ معنی نہیں کہ اُس نے اسلام قبول کر لیا۔  
نپولین نے بھی ایک موقع پر اسلام اور پیغمبر اسلام سے اپنی عقیدت ظاہر کی تھی۔  
لیکن موزین کا بیان ہے کہ اُس کا یہ فعل بغض سیاسی مصالح پر مبنی تھا لارنس کی  
اسلام دوستی بھی تقریباً ہی حیثیت رکھتی ہے +

لارنس اسلامی تعینات سے باخبر ہے لیکن اُس کا علم نہایت سطحی واقع ہوا ہے  
اُس کا بیان ہے کہ اسلام کا خدا ستر ستر بیڑی پر درجہ جلال ہے۔ چنانچہ جب اُس نے  
ایک مرتبہ ایک عرب کو خدا کے حمد و کرم اور آفت و محبت کا ذکر کرتے سنا تو اُسے  
بے حد تعجب ہوا۔ اسے ہمیشہ یہ خیال رہا کہ مسلمانوں کے ذہن میں خدا کی وہی صفات  
ہیں جن کا تعلق اُس کے قرو جلال سے ہے۔ اور بہت ممکن ہے کہ اسی غلط عقیدہ  
کے باعث اُس نے اسلام قبول نہ کیا ہو۔ کیونکہ ہر سچی کا عقیدہ ہے کہ ”خدا محبت ہے“  
لیکن اس سے ہرگز یہ مراد نہیں کہ لارنس کوئی پابند مذہب مسیحی ہے۔ وہ اس دور

لارنس نے ”ریوولٹ ان دی ڈزرت“ میں یہ واقعہ تفصیل سے بیان کیا ہے +

کے عام سنجیوں کی مانند ہے جن کے عقائد پر الحاد غالب آچکا ہے +  
لارنس کو عربوں کی تاریخ عروج و زوال سے بھی واقفیت ہے کیونکہ جب  
اُس نے صحرائے عرب کے مختلف قبائل کو متحد کر کے ترکوں کے خلاف بغاوت  
پر آمادہ کرنا چاہا۔ تو اس کے لئے یہ طریقہ اختیار کیا گیا۔ کہ عربوں کو اسلاف کے  
کا زلمے سن کر فیرت دلائی جائے۔ اور کہا جائے کہ جو قوم اُن پر حکومت کر  
رہی ہے۔ وہ اُن پر کسی حیثیت سے تفوق اور برتری کا دعویٰ نہیں کر سکتی۔ اُس  
نے عربوں سے کہا۔ کہ اے فرزند ابن اسمعیل تم میں نبی عربی صلعم پیدا ہوئے۔  
تم قرآن کے مخاطب اولین ہو۔ تم نے مشرق و مغرب کے ظلمتکدوں میں شمع  
علم روشن کی۔ تم نے یونانیوں۔ ایرانیوں۔ اور مصریوں کے مژدہ معلوم کو زندہ کیا۔  
کیا تمہاری غیرت گوارا کرتی ہے۔ کہ ملحق ترکوں کے حلقہ بگوش رہو؟  
مفاخرت عرب کا امتیازی وصف ہے۔ اگرچہ اسلام نے جاہلیت کے  
انداز تفاخر کو مٹا دیا لیکن مفاخرت بخلی طور پر نہ مٹ سکی۔ آج بھی عرب جب فخریہ  
قصاید پڑھتے ہیں۔ تو ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ تلواروں کی بجلیاں کو نہ رہی ہیں۔  
لارنس عربوں کی اس خصوصیت سے آگاہ تھا۔ اس لئے اُس نے اس جذبہ مفاخرت  
سے فائدہ اٹھانے کی پوری سعی کی۔ اور اُن کے مذہبی اور نسلی فخر و اذعان کو حرکت میں  
لا کر اس بغاوت میں جسے جمادِ حریت سے تعبیر کیا جاتا تھا۔ شریک ہونے پر  
آمادہ کر دیا۔ عہدہ ابن ابوطائی ایک صاحبِ اذعان شخص تھا۔ جسے لارنس سے بعد  
اُس تھا۔ اس اُس کی وجہی تھی کہ لارنس کی گفتگو ہمیشہ اس کے مذاق کے مطابق  
ہے۔ لہذا اُس نے اپنی کتاب میں جا بجا لارنس کی ان سرگرمیوں کا ذکر کیا ہے +

ہوتی تھی +

معلوم ہوتا ہے کہ لارنس عربوں کے خصائص و عادات اور رسوم سے پوری طرح آگاہ ہے۔ اس کی یہی خصوصیت عربوں کی شیفتگی اور گرویدگی کا باعث ہوئی وہ عربی نہایت صفائی اور روانی کے ساتھ بول سکتا ہے۔ اور اگرچہ اس کی زبان میں مجازیوں کی سی فصاحت تو نہیں۔ لیکن کم از کم مخاطب اس کی باتیں سن کر اس غلط فہمی میں مبتلا ہو سکتا ہے۔ کہ وہ شامی عرب ہے فیصل نے اسے اپنے رفقا کے ساتھ ایک شامی عرب کی حیثیت سے روشناس کرایا تھا۔ زبان بہتیرے راز فاش کر دیا کرتی ہے۔ اگر اسے عربی بولنے پر پوری قدرت نہ ہوتی۔ تو عربوں پر اس کا افرنجی الاصل ہونا فوراً ظاہر ہو جاتا +

لارنس بغاوت عرب کے زمانہ میں عربی لباس پہنتا رہا۔ لاول اس نے اسے پہلی مرتبہ جب عبا و عقال پہنے ہوئے دیکھا۔ تو اس نے اسے کوئی عرب خمنہاؤ سمجھا۔ جنگ عومی کے خاتمہ کے بعد جب فیصل انگلستان آیا۔ اور ملک معظم نے اسے قصر کنگم میں شرف باریابی بخشا تو لارنس عربی لباس پہنے اس کے ہمراہ تھا۔ انگلستان کا ایک مقتدر مدبر لارنس کو اس لباس میں دیکھ کر بہت ناراض ہوا۔ اور کہا کہ کرنل لارنس تمہیں یہاں اس غیر ملکی لباس میں نہیں آنا چاہئے۔ لارنس نے جواب میں کہا۔ جناب جب ایک شخص کے دو آقا ہوں۔ اور اسے ان دونوں میں سے ایک کو ناراض کرنا پڑے۔ تو اسے چاہئے کہ اپنے اس آقا کو ناراض کرے جو زیادہ طاقتور ہے لاول اس نے لارنس کے حالات پر سب سے پہلے ایک کتاب لکھی۔ بغاوت کے زمانہ میں عربستان میں رہ کر متحرک تصاویر فراہم کرتا رہا +

ہو۔ میں یہاں اپنے آقا امیر فیصل کے ترجمان کی حیثیت سے آیا ہوں۔ اس لئے میں نے اُس کی فوجی وردی پہن رکھی ہے +

ذہانت ! لارنس نہایت ذہین اور طباع شخص ہے۔ اور اُس کا حافظہ نہایت قوی ہے۔ جس زمانہ میں وہ قاہرہ میں تھا۔ ایک مرتبہ اُس کے اعلیٰ افسر نے اُس سے پوچھا۔ کہ ترکوں کا اکتالیسواں ڈویژن کہاں ہے۔ لارنس نے جواب دیا کہ حلب کے قریب فلاں مقام پر۔ افسر نے پوچھا کیا تم نے اس کے متعلق یادداشت رکھ لی ہے۔ اُس نے جواب دیا نہیں۔ افسر نے درشت لہجہ میں پوچھا کیوں؟ لارنس نے کہا یہ تمام تفصیل میرے ذہن میں محفوظ ہیں +

بغاوت عرب کی ساری تاریخ لارنس کی غیر معمولی ذہانت کے واقعات سے ملو ہے۔ جب وہ عربستان میں پہلے پہل وارد ہوا۔ تو اُسے بتایا گیا تھا کہ عبداللہ کی بدولت بغاوت بڑے کار آئی ہے۔ اور اُس میں یہ صلاحیت ہے کہ وہ ترکوں کو اس ملک سے نکال دے۔ لیکن اُس نے شریف کے چاروں بیٹوں سے یکے بعد دیگرے ملاقات کرنے کے بعد بغاوت کی قیادت کے لئے فیصل کو منتخب کیا۔ واقعات شاہد ہیں کہ اُس کا یہ انتخاب صحیح تھا۔ اور فیصل واقعی سب سے فہمی اور تدبیر دانی میں اپنے تمام بھائیوں پر فوقیت رکھتا ہے۔ اسی طرح جنگ سے قبل ہی اُس نے آٹھارہ وقرائن کی بنا پر یہ رائے قائم کر لی تھی۔ کہ منقریب ایک عالمگیر جنگ چھڑنے والی ہے +

لن علی جمین کے پیشہ جب زبنا۔ لہذا اللہ شہد اور دن کا ایتھم کیا گیا۔ اور انگریزوں نے فلیپ کو اسکا مشیر مقرر کیا۔ فیصل شام کا بادشاہ بنایا گیا۔ اور زبیر نے اپنے باپ کی رفاقت اختیار کی +



لارنس کو قیادہ شناسی میں بھی ملکہ ہے۔ جب وہ مصر میں تھا۔ تو ایک کریمہ منظر  
 شخص کو گرفتار کر کے اُس کے سامنے پیش کیا گیا۔ اُس کا بیان تھا کہ میں شامی ہوں۔  
 لیکن لارنس نے اُس کے چہرہ پر ایک نظر ڈال کر کہہ دیا کہ تم مجھوٹے ہو۔ تم مصر کے  
 رہنے والے ہو۔ ..... اسی طرح ایک مرتبہ ایک  
 وجیرہ اور خوشنوعرب اُس کے پاس چند اطلاعات لے کر آیا۔ لارنس کے ایک رفیق  
 نے کہا کہ یہ شخص پال ڈوعل سے بدی معلوم ہوتا ہے۔ لارنس نے جواب دیا۔ وہ اہل  
 یہ شامی عرب ہے۔ لیکن بنی صخر کے زیر حفاظت زندگی بسر کرتا ہے۔ تحقیقات کی  
 گئی تو معلوم ہوا کہ لارنس کا قیاس صحیح تھا۔

عسکری قابلیت | لارنس نے اگرچہ کوئی خاص عسکری تربیت حاصل نہیں کی۔ اور  
 اس لئے فیصل اور حسین کے انگریز مشیرا سے چنداں اہمیت نہیں دیتے تھے۔  
 لیکن بغاوت کے زمانہ میں اُس نے اپنی عسکری قابلیت کے خوب جوہر دکھائے۔  
 اُس وقت بڑے بڑے ماہرین فن حرب کی رائے یہ تھی کہ مدینہ کو مرکز ہجوم  
 بنایا جائے لیکن لارنس مدینہ کے ترکی عساکر کو کوئی اہمیت نہیں دیتا تھا۔ آخر زمانہ  
 کو اُس کی اصابت رائے کا اعتراف کرنا پڑا۔ ایک مرتبہ ایک انگریز جرنیل نے جسے  
 اپنی فوجی قابلیت پر بہت ناز تھا۔ اُس سے ازراہ حقارت کہا کہ تم ہم سے ہمسری  
 کی جرات نہیں کر سکتے۔ لارنس نے جواب دیا۔ کہ اگر فوج کا ایک دستہ تمہارے پاس  
 ہو اور ایک میرے پاس۔ اور ہم دونوں کو آپس میں لڑنے کا حکم دیا جائے تو میں  
 جانتا ہوں کہ میدان کس کے ہاتھ رہیگا اگرچہ لارنس نے باقاعدہ فنون حرب کی تعلیم  
 نہیں پائی تھی۔ لیکن وہ عہد حاضر کے تمام نامور جرنیلوں کے کارناموں کا مطالعہ کرچکا

ہے۔ اور اس فن کا کوئی گوشہ ایسا نہیں جو اُس کی نگاہ سے مخفی رہ گیا ہو۔ مزید براں  
 عرب قبائل کی جنگ کا طریقہ نرالا ہے۔ اُن سے لارنس ہی کام لے سکتا تھا۔ شاید  
 دورِ حاضر کا کوئی بڑے سے بڑا جنرل بھی یہ جرأت نہیں کر سکتا کہ صحرائے عرب  
 میں لارنس کے ساتھ پیکار آزما ہو سکے۔ اس عہد میں مارشل فوش کو بہت بڑا ماہر  
 فن حرب کہا جاتا ہے۔ جنگ عمومی کے بعد جب لارنس بوڑھے سپہ سالار سے  
 پیرس میں ملا۔ تو اُس نے کہا کہ مجھے اندیشہ ہے۔ کہ شام میں عنقریب فرانسیسوں  
 اور عربوں کے درمیان ہنگامہ کار زار گرم ہونے والا ہے۔ کیا تم عرب عساکر کی قیادت  
 کرو گے؟ لارنس نے جواب دیا کہ اگر آپ بنفس نفیس فرانسیسی فوجوں کی کمان کریں  
 تو میں بھی عربوں کی قیادت کر کے اس معرکہ سے لطف اندوز ہوں گا۔ مارشل فوش نے  
 کہا۔ میں تم سے مقابلہ کر کے اپنی اُس شہرت پر پانی نہیں بھیرنا چاہتا۔ جو میں نے مغربی  
 محاذ جنگ کے معرکوں میں حاصل کی ہے۔

ایک کامیاب جنرل کے لئے ضروری ہے کہ وہ غنیمت کی نقل و حرکت سے  
 پوری آگاہی رکھتا ہو۔ اس معاملہ میں کوئی قابل سے قابل جنرل بھی لارنس کا حریف نہیں  
 ہو سکتا۔ جب وہ مصر میں تھا تو اُس کے سپرد یہ خدمت تھی کہ ترک عساکر کے متعلق  
 صحیح معلومات فراہم کرے۔ چنانچہ آسے معلوم تھا کہ فلاں ڈویژن فلاں مقام پر ہے  
 اور فلاں ڈویژن فلاں مقام پر۔ اور تو اور چھوٹے چھوٹے دستوں کی نقل و حرکت  
 کے متعلق وہ معلومات فراہم کر لیتا تھا۔ اور کوئی جزئی سے جزئی واقعہ ایسا نہیں  
 تھا۔ جو اُس کے دائرہ نظر سے باہر ہو گیا ہو۔ ایک مرتبہ قاہرہ میں دو جنرل ترک  
 عساکر کی نقل و حرکت کے متعلق گفتگو کر رہے تھے۔ ایک نے کہ فلاں ڈویژن فلاں

مقام پر پہنچ گیا ہو گا۔ لارنس پاس ہی کھڑا تھا۔ اس نے قطع کلام کر کے کہا: نہیں صاحب یہ قطعاً غلط ہے۔ راستے خراب ہیں۔ ذرائع رسل و رسائل محدود۔ اس ڈویژن کا جرنیل نہایت سست اور کاہل انسان ہے۔

ترک فوج کے متعلق جو اس نے یادداشتیں مرتب کیں۔ وہ جامعیت کے اعتبار سے اپنی تعمیر آپ میں۔ مثلاً اگر وہ کسی ترک دستہ کے متعلق یادداشت پتھر قائم کرتا تھا۔ تو اس کے افسر کے ذاتی حالات تک ضبط تحریر میں لے آتا تھا۔ اس کی یادداشت کا انداز یہ ہوتا تھا:۔

جنرل عبدالحمود ڈویژن فیر — کا کمانڈنگ افسر لٹا اب نی ہے۔  
— اسے تپ دق کا مرض ہے۔ نہایت قابل افسر ہے۔ توپ اور ہندوق کی لڑائی میں اسے مہارت حاصل ہے۔ لیکن انطوائی حالت نہایت پست ہے۔ رشوت لینے میں اسے کوئی دریغ نہیں ہے۔

دوسرے افسر ان یادداشتوں کو غیر ضروری سمجھتے تھے لیکن درحقیقت ان سے انگریزوں کو بہت مدد ملی۔ اور انہوں نے اس قسم کے تمام ترک افسروں کو رشوت دے کر اپنے ساتھ بلا لیا ہے۔

یہ ایک حقیقت ہے۔ کہ اگر لارنس نہ ہوتا تو بغاوت عرب کبھی کامیاب نہ ہوتی۔ اور آج مشرق کی انتہائی بالکل مختلف نشتر:۔ جنگ عظیم میں انگریزوں کو کامیابی کے دو بڑے اسباب تھے۔ مغرب میں، انہیں یہ باہتہائے متحدہ امریکہ کی اعانت کے باعث کامیابی ہوئی اور مشرق میں ان کی فتح کا راز بغاوت عرب میں مندرجہ یوں گھنایا ہے کہ مشرق میں اتحادیوں نے تنہا لارنس کی بدولت ترکوں کے مالک

محروسہ پر قبضہ کر لیا +

یہ کہنا مشکل ہے۔ کہ لارنس کو بغاوت عرب میں حصہ لینے اور ترکوں کو عربوں کے خلاف براہِ نیجہ کرنے کا خیال کیونکر پیدا ہوا۔ لارنس سے پہلے داتمس نام ایک جرمن جاسوس نے جنوبی ایران کے قبائل کو حکومت ایران کے خلاف براہِ نیجہ کرنے کی کوشش کی تھی۔ اُس کا مقصد یہ تھا۔ کہ ایران میں انگریزوں کے اقتدار کو شکست دی جائے۔ بہت ممکن ہے کہ لارنس نے داتمس کے نقشِ قدم پر چلنے کی کوشش کی ہو +

لارنس نہایت مخفی اور جفاکش شخص ہے۔ صحرائے عرب میں جہاں منزلوں ریت کے تو دووں کے سوا کچھ نظر نہیں آتا۔ اور بادِ موم کے جھونکے دو قدم چلنا بھی ناممکن کر دیتے ہیں۔ بغاوت کو کامیاب بنانا لارنس کا ہی کام تھا۔ عقبہ پر حملہ کرنے سے پیشتر وہ کئی دن تک جلتی ریت پر ننگے پاؤں دوڑتا رہا۔ عقبہ کے طویل سفر میں عودہ ابن ابی طانی جیسے جفاکش لوگ جو صحرائی آب و ہوا کے عادی تھے۔ منجملہ کھائی دیتے تھے۔ لیکن لارنس اسی طرح چاق و چوبند تھا +

شجاعت لارنس کی شجاعت۔ بے خوفی اور مردانگی کے متعلق کئی حکایتیں مشہور ہیں۔ ایک مرتبہ قبیلہ فقیس کے چند شہسواروں نے اُس پر حملہ کیا۔ اُس وقت لارنس کے ہمراہ صرف ایک شخص تھا۔ لارنس نے انہیں آتے دیکھ کر ایک قہر لگایا۔ حملہ آوروں کو اُس کے اطمینان خاطر نے منہ پر کر دیا۔ اور انہوں نے سمجھا کہ اس کے ہمراہ کوئی بہت بڑی جہیت ہے۔ وہ بھی اسی تجربہ میں تھے کہ لارنس موقع پا کر نکل گیا +

لارنس کے خصائص سیرت میں اس کا ذوق تحریب و ہلاکت بہت نمایاں حیثیت رکھتا ہے۔ تسخیرِ عقبہ کے بعد اس کی زندگی یک بیک بیحد ہنگامہ خیز بن جاتی ہے۔ اور وہ لوگوں کو ہلاکت کی دعوت عام دیتا نظر آتا ہے۔ شام کی صبح میں اس نے ترک عورتوں اور بچوں کی جان لینے سے بھی دریغ نہیں کیا۔ اس کے سفار کا اعمال کے مطالعہ سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کائنات کی ساری زندگی ایک وجود میں جمع ہو گئی ہے۔ اور دنیا کی تمام سبلی قوتوں نے ایک انسانی پیر میں پناہ لے لی ہے۔ چنانچہ اس نے ایک موقع پر اپنے ایک دوست سے کہا تھا :-

”میرے نزدیک وہ منظر نہایت پُر اثر اور دلآویز تھا۔ جبکہ ایک

گھڑی جو ترک سپاہیوں سے بھری ہوئی تھی۔ ڈانٹنا میٹ کے زور سے

بالائے سوا جا پہنچی“

لیکن بعض اوقات ابنائے جنس کے مصائب پر اس کا دل کچھل جاتا ہے۔ شام میں فرانسیسی وحشیوں نے جو مظالم برپا کئے۔ ان کی روئداد شن کو لارنس کو سبقت قتل ہوا۔ انہیں دنوں فرانس کے ایک کتب فروش نے اسے لکھا کہ میں آپ کی کتاب ”ریلوٹ ان دی ڈزرت“ کا فرانسیسی ترجمہ شائع کرنا چاہتا ہوں۔ لارنس نے جواب دیا کہ میں اس شرط پر یہ اجازت دے سکتا ہوں کہ کتاب کے صفحہ اول پر یہ الفاظ تحریر کئے جائیں۔ کہ اس کتاب سے جس قدر روپیہ حاصل ہو جائے اس سے ان شامیوں کی امانت کی جائے گی جن پر فرانسیسیوں نے ستم توڑے ہیں۔ بن دنوں وہ وادی فرات میں ہو گئی تھ کہ ساتھ تھا۔ ایک جرمن انجینئر نے کسی عرب مزدور کو کورٹ سے بیٹھا۔ لارنس کو معلوم ہوا تو اس نے جرمن انجینئر سے اس کثرت

کاسبب دریافت کیا۔ انجیر نے جواب دیا۔ آپ رہنے دیجئے۔ ان لوگوں سے اسی نوع کا سلوک مناسب ہے۔ لارنس نے کہا کہ یا تو اس مزدور سے معافی مانگ لو۔ ورنہ میں تمہیں اسی طرح کوڑے سے پیٹو لگا۔ پہلے تو جرمن انجیر نے نہ مانا۔ لیکن لارنس کے تیور دیکھ کر عاقبت الام اس نے معافی مانگ لی +

اسی طرح اس نے ایک مرتبہ دیکھا کہ ایک افسر دو سپاہیوں کو سخت بےست کہہ رہا ہے۔ وہ قریب پہنچ کر سننے لگا۔ افسر کہہ رہا تھا "احمق تم نہیں جانتے کہ میں مسیحریوں تم نے مجھے سلام کیوں نہیں کیا۔ اب اسی طرح میرے پاس سے گزرو اور مجھے سلام کرو۔" اس حکم کی تعمیل کر کے رخصت ہونے لگے تھے۔ کہ افسر نے انہیں روک کر کہا۔ تم نے سلام کرنے میں غلطی کی ہے۔ پھر سلام کرو۔ انہوں نے پھر تعمیل کی۔ یہ دیکھ کر لارنس سے ضبط نہ ہو سکا۔ اس نے آگے بڑھ کر کہا "مسیحری تم ایک غرور سی بات بھول گئے ہو"

مسیحری اسے پہچانتا تو نہیں تھا۔ لیکن لارنس کے انداز کلام اور اس کی وہ دہی سے اس نے سمجھ لیا۔ کہ وہ کوئی اعلیٰ افسر ہے۔ لارنس نے کہا "مسیحری یہ بھول گئے۔ کہ جس افسر کو سلام کیا جاتا ہے۔ اسے بھی جواب میں سلام کرنا پڑتا ہے۔ انہوں نے تمہیں سلام کیا ہے۔ تم اب انہیں سلام کرو" افسر نے مجبوراً سلام کیا۔ لارنس نے پھر کہا "انہوں نے تمہیں دو مرتبہ سلام کیا ہے۔ تم بھی دو بارہ سلام کرو"۔ مسیحری نے حکم کی تعمیل کی اور دونوں سپاہی خوش ہو گئے +

سنے لارنس کی خوش بولی اور زندہ دلی کے متعلق بھی بہتر سے واقعات مشہور ہیں جنہیں ہم نے بحرف عوات نقل کر دیا ہے +

ہا ایں مہ لارنس شہرت کا جو یا نہیں ۱۹۱۹ء میں جب انگلستان کے جوانوں میں اس کے متعلق اکثر مضامین شائع ہوئے۔ تو تقریباً پچاس لڑکیوں نے اس سے شادی کی متناظر کی۔ اس واقعہ نے اسے زیادہ عزت پسند بنا دیا۔ لارنس چاہتا تو وہ کوئی بڑے سے بڑا عہدہ حاصل کر سکتا تھا۔ لیکن وہ اپنی خدمات کا کوئی صلہ نہیں لینا چاہتا۔ اس کے کارناموں نے اس کے مذاہب کی ایک بہت بڑی جماعت پیدا کر دی ہے۔ جس میں برطانیہ لے بڑے بڑے اکابر و عہدہ دار شامل ہیں۔ انہوں نے ایک مرتبہ یہ چاہا تھا کہ لارنس کو کسی مشرقی نوآبادی کا گورنر مقرر کر دیا جائے۔ لیکن لارنس کی بے نیازی اور استغنا کے پیش نظر انہیں یہ خیال ترک کر دینا پڑا۔

لارنس کی زندگی کی سب سے بڑی خصوصیت جو اس کی اسلام دشمنی کے باوجود ہمیں اس کی عظمت کا اعتراف کرنے پر مجبور کر دیتی ہے۔ یہی ایثار پرستی ہے۔ اس نے عربستان میں برطانوی تسلط و اقتدار کی خاطر جو عظیم خدمات انجام دیں۔ ان میں نفسانی اغراض کا شائبہ تک نہ تھا۔ محاربہ عمومی کے بعد جب وہ شاہ جاج پنجم کے حضور میں پیش ہوا۔ تو اس نے یہ کہہ کر اپنے تمام تحفے واپس کر دیئے کہ حکومت نے عربوں سے ایفائے عہد نہیں کیا۔ اس لئے میں مناسب نہیں سمجھتا کہ ان تحفوں کو اپنے پاس رکھوں +

ممکن ہے کہ عربوں سے جو بے عہدی کی گئی۔ اس نے لارنس کو اپنے اس غزم میں کہ وہ کوئی اعزاز قبول نہیں کرے گا۔ راسخ کر دیا ہو۔ لیکن اس امداد کی سب سے بڑی وجہ اس کا جذبہ ایثار رہنے۔ اور اگر وہ کوئی اعزاز قبول کر لیت۔ تو



آج اُس کا نام بھی اُسیں لوگوں کی فہرست میں ہوتا۔ جنہوں نے صلہ کی تمنا میں شہرت اور عزت کی اُمید پر خدمات کیں۔ اور اگرچہ یہ تمنا پوری ہو گئی۔ لیکن اُنہیں کوئی حقیقی عظمت حاصل نہیں ہو سکی +

لارنس کا مقابلہ لارڈ کرزن سے کیجئے۔ جس کی سب سے بڑی خواہش یہ تھی کہ اُسے انگلستان کا وزیراعظم بنا دیا جائے۔ اس کی یہ آرزو پوری نہ ہوئی۔ اور اس ناکامی نے اُس کی زندگی تلخ کر دی۔ لارڈ کرزن کی خدمات سے کسے انکار ہو سکتا ہے۔ اُس کا شمار برطانیہ کے اُن محسنوں میں ہے۔ جنہوں نے اپنی ساری عمر اپنے وطن کو سر بلند دیکھنے کی کوشش میں صرف کر دی۔ اور بظاہر لارنس کو جو برطانوی فوج کا ایک معمولی کرنل ہے اُس سے کوئی نسبت نہیں ہو سکتی۔ لیکن سچ پوچھئے تو لارنس کی عظمت حقیقی عظمت ہے۔ لارڈ کرزن کی جلالت قدر، اُس کی عظمت کے سامنے سچ نظر آتی ہے +

آج لارنس تمام اعزازات سے قطع نظر کر کے دنیا کے کسی نامعلوم گوشہ میں اپنے ملک کی خدمات انجام دے رہا ہے۔ لیکن سارا مغرب اُس کے کارناموں سے گونج رہا ہے۔ لارنس کے مداحوں کے زمرہ میں ہیں مسٹر لارڈ جارج۔ لارڈ کرنل آجہانی۔ لارڈ ایلن بی جیسے بلند پایہ مدبرین اور برٹنارڈ شاؤرٹاس ہارڈی۔ مشہور ستیاج عورت س گرنڈویل لارنس کی بھید ستر ہے۔ اُس نے اپنے سفر نامہ میں لکھا ہے کہ لارنس کا مٹوں کو چھونا ہے تو وہ پھول بن جاتے ہیں +

لے مسٹر جارج برنارڈ شاؤرٹاس سے لارنس کے بہت گہرے تعلقات ہیں۔ شاید انہیں تعلقات کی بنا پر وہ لارنس کے بھانے "شاؤرٹاس" کہلانا پسند کرتا ہے +

جیسے ادباء و شعرا کے نام نظر آتے ہیں۔ انگلستان کے ایک مشہور مدبر کا بیان ہے کہ برطانیہ مجلس وزارت میں جب شام فلسطین اور حجاز کا مسئلہ پیش ہوا۔ تو لارڈ کرزن نے ایک نہایت فصیح و لہجہ تقریر میں لارنس کا تعارف کر دیا۔ اور اس کے کا ناموں کی بے حد مدح و ستائش کی۔ جب تقریر ختم ہوئی تو اس نے لارنس کی جانب رخ کر کے کہا ”کیا آپ کچھ کہنا چاہتے ہیں؟“ لارنس نے صرف اس قدر کہا ”آپ لوگ نہیں سمجھ سکتے۔ کہ آپ نے ہمیں کتنی بڑی مصیبت میں مبتلا کر دیا ہے؟“ لارنس نے بمشکل یہ الفاظ کہے تھے کہ لارڈ کرزن کی آنکھوں سے آنسوؤں کا دھارا بہہ نکلا۔

غرض کہ لارنس کی سیرت کے اس دھندلے سے خاکہ سے آپ کو معلوم ہوگا کہ اس میں گونا گوں صفات جمع ہیں۔ وہ ایک نکتہ رس شاعر بھی ہے۔ اور بارغ نظر فلسفی بھی۔ وہ ایک صائب الرائے مدبر بھی ہے۔ اور ایک شجاع جنرل بھی۔ وہ جنگیز اور ہلاکو کی طرح ہلاکت و خونریزی کا بھی والد و شیدائے ہے۔ اور عقیدہ استون کی طرح مہات ملی کی گتھیاں بھی سلجھا سکتا ہے۔ کبھی وہ وادی فرات میں ایک مٹے ہوئے تمدن کے آثار باقیہ کی تحقیق میں مصروف نظر آتا ہے۔ اور کبھی ایک عرب عورت کے لباس میں عمان کے استحکامات کا سائنہ کرتا دکھائی دیتا ہے۔ کبھی ہم اسے عرب قبائل میں مصروف و غلہ دیکھتے ہیں۔ اور کبھی حملہ و هجوم کی تدابیر سوچنے میں مشغول پاتے ہیں۔ اس کے ان عجیب و غریب خصائص کا مطالعہ کر کے ایک اہل نظر نے کہا تھا:-

”میں انکار کرتا ہوں۔ کہ لارنس درحقیقت کوئی انسان ہے۔ لارنس

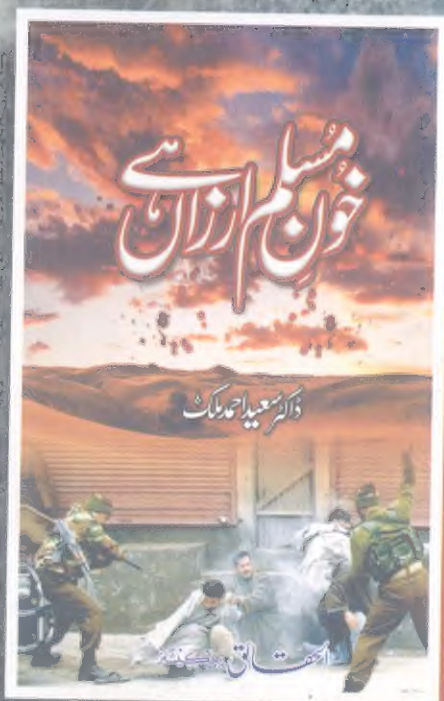
در اصل برطانیہ کی خارجہ حکمت علی کا دوسرا نام ہے۔ جس میں دانش و  
تدبیر اور علم و نظر کی جاذبیت کے ساتھ تخریب و ہلاکت جبر و تشدد  
اور قہر و جلال کی ہولناکی شامل ہے :

ختم شد









احمد سائق

پبلشر

دربار مارکیٹ، گنج بخش روڈ، لاہور

0300-1090045, 0333-7861895